ماہنامہ خالد ربوہ

احمدی نوجوانوں کے لئے

فہرست مضامین

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

جولائی 1991

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

جولائی 1991ء

جلد 38۔ شمارہ 9 قیمت فی پرچہ 3 روپے سالانہ 30 روپے

پبلشر۔ مبارک احمد خالد، پرنٹر قاضی منیر احمد، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

محرم اور درود شریف

"آج کل محرم کے دن ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بڑی ضروری بات میں جماعت کو یاد کرانا چاہتا ہوں کہ...... جماعت احمدیہ اس طرف خاص توجہ کرے اور ان ایام میں خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر بکثرت درود بھیجے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی اولاد آپ کی روحانی اولاد بھی تھی صرف جسمانی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے نُورٌ عَلٰی نُور کا منظر نظر آتا ہے۔ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور باقی بہت سے ائمہ جو آپ کی نسل سے بعد میں پیدا ہوئے بہت بڑے بزرگ تھے اور عظیم الشان روحانی مصالح کو سمجھنے والے صاحب کشف والہام تھے"۔

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ۔ الفضل 25 مئی 1983ء)

شعبہ جات برائے پیشہ وارانہ تعلیم

مرتبہ: فرخ احمد کامران۔ لاہور

آجکل طلباء و طالبات جن بے شمار مسائل سے دوچار ہیں ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان کو پیشہ وارانہ تعلیم کے متعلق کم معلومات ہیں۔ طلباء کی اس مشکل کو مدنظر رکھتے ہوئے
ایک مختصر مضمون شائع کیا جارہا ہے جس میں میٹرک ' ایف اے ' ایف ایس سی ' بی اے اور بی ایس سی کے بعد پیشہ وارانہ تعلیم کے لئے مختلف شعبہ جات کے متعلق محدود معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ یہ معلومات کافی نہیں لیکن طلباء اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ سالوں میں ان معلومات کو مزید بہتر بنایا جائے گا۔

(1) وہ شعبہ جات جن میں میٹرک کے فوراً بعد پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(1.1) ڈپلومہ آف انجینئرنگ ٹیکنالوجیز (Diploma in Engg. Techonoloties) :۔
میٹرک (سائنس) کے بعد تین سالہ ڈپلومہ کورس ہے۔ جو کہ سول ' الیکٹریکل ' کمینیکل ' کیمیکل ' میٹالرجی ' آر کیٹیکچر ' آٹو موبائیل ' Instrumention & Control ' وغیرہ میں کروایا جاتا ہے۔ یہ کورس لاہور ' فیصل آباد ' گجرات ' سرگودھا ' پشاور کے پولی ٹیکنیک کالجز میں کروائے جاتے ہیں۔
علاوہ ازیں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں بھی ڈپلومہ ہولڈرز کے لئے ان کی متعلقہ ٹیکنالوجی میں کچھ سیٹیں ہوتی ہیں لیکن سیٹیں کم ہونے کی وجہ سے ان پر سخت مقابلہ ہوتا ہے اور وہی ڈپلومہ ہولڈر داخلہ حاصل کر سکتے ہیں جن کے نمبر 80% کے لگ بھگ ہوں۔

(1.2) سینٹری انسپکٹر (Sanitary Inspector) :۔
یہ کورس میٹرک (سائنس) کے طلباء کے لئے ہے۔ اس کی مدت ایک سال ہے اور یہ کورس Institute of Community Medicine Lahore میں کروایا جاتا ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد میونسپل کمیٹی میں ملازمت کے مواقع ہوتے ہیں۔

(1.3) لیب ٹیکنیشن (Lab Technition) :۔
میٹرک (سائنس) کے بعد ڈیڑھ سالہ کورس ہے جو کہ Institute of Community Medicines Lahore میں کروایا جاتا ہے۔

کورس مکمل کرنے کے بعد میڈیکل لیب میں ملازمت کے مواقع ہیں اور اس کے علاوہ کسی ڈاکٹر کے ساتھ مل کر اپنی میڈیکل لیب بھی کھولی جا سکتی ہے۔

(1.4) ڈینٹل ہائیجین (Dental Hygiene) :-

میٹرک (سائنس) کے بعد دو سالہ دانتوں کا کورس ہے جو کہ Institute of Community Medicines Lahore میں کروایا جاتا ہے ۔ کورس مکمل کرنے کے بعد ہسپتالوں اور پرائیویٹ کلینک اور پرائیویٹ ڈاکٹرز کے ساتھ کام کرنے کے مواقع ہیں۔

(1.5) (Dietien) :-

یہ کورس (Fsc (Biology کے بعد ہے جو کہ صرف لڑکیوں کے لئے ہے۔ یہ کورس بھی Institute of Community Medicines Lahore میں کروایا جاتا ہے۔ کورس مکمل کرنے کے بعد ہسپتالوں اور پرائیویٹ کلینک پر کام کرنے کے مواقع ہیں۔

(1.6) سپروائزر آف مائنز (Supervisor of Mines) :-

گورنمنٹ پنجاب نے جرمن تعاون کے ساتھ چکوال میں ایک ٹریننگ سنٹر قائم کیا ہے جہاں 3 سالہ مائنز (Mines) سے متعلقہ کورس کروایا جاتا ہے ۔ میٹرک (سائنس) کے بعد اس کورس میں داخلہ لیا جا سکتا ہے ۔
کورس مکمل کرنے کے بعد سپروائزر آف مائنز کا ڈپلومہ دیا جاتا ہے ۔ اس ادارے کا قیام اسی سال عمل میں آیا ہے اور انہوں نے درخواستیں 31 مئی 1991 تک مانگی ہیں ۔ کل سیٹیں 40 ہیں جن میں سے 10 ان کینڈیڈیٹ کے لئے ہیں جن کے والدین مائننگ ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہیں ۔
مزید تفصیلات انسپکٹر آف مائنز (189 شاہ جمال کالونی لاہور) سے حاصل کی جا سکتی ہیں ۔

(1.7) ڈپلومہ آف پرنٹنگ اینڈ گرافک آرٹس :-

میٹرک سائنس کے بعد تین سالہ کورس جو کہ لاہور میں گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ آف پرنٹنگ اینڈ گرافک آرٹس علامہ اقبال ٹاؤن میں کروایا جاتا ہے ۔ کالج کا فون نمبر 441641 ہے ۔

(1.8) ڈپلومہ آف Finishing and Weaving :-

میٹرک سائنس کے بعد گورنمنٹ Finishing and Weaving انسٹیٹیوٹ شاہدرہ میں یہ کورس کروایا جاتا ہے ۔ Finishing and Weaving میں علیحدہ علیحدہ ڈپلومہ دیا جاتا ہے ۔

(2) F.Sc (Math) کے بعد شعبہ جات جن میں پیشہ وارانہ تعلیم کے موقع ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

(2.1) بی ایس سی انجینئرنگ (B.Sc Engg.) :-

F.Sc (Mathematics) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے ۔ اس وقت پنجاب میں دو یونیورسٹیوں میں B.Sc انجینئرنگ کی ڈگری دی جاتی ہے ۔

ایک یونیورسٹی آف انجینئرنگ و ٹیکنالوجی ہے اور دوسری پنجاب یونیورسٹی ہے ۔

ا) انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں مندرجہ ذیل ٹیکنالوجیز ہیں ۔

سول ' الیکٹریکل ' مکینیکل ' کیمیکل ' پیٹرولیم اینڈ گیس ' مائننگ ' میٹلرجیکل آرکیٹیکچر' سٹی اینڈ ریجنل پلاننگ۔ پراسپکٹس انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے مل سکتا ہے

ب) پنجاب یونیورسٹی لاہور میں مندرجہ ذیل ٹیکنالوجیز ہیں۔

کیمیکل انجینئرنگ ' پیٹرولیم اینڈ گیس ' میٹالرجیکل ' کیمیکل ٹیکنالوجی ' پراسپکٹس پنجاب یونیورسٹی سے مل سکتا ہے ۔

انجینئرنگ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے انجینئرنگ کے میرٹ بہت زیادہ تھے ۔ الیکٹریکل انجینئرنگ کا میرٹ اس وقت سب سے زیادہ ہے جو 79% - 78 کے لگ بھگ ہے اور انجینئرنگ کا کم سے کم میرٹ 73% ہے ۔

(2.2) بی ایس سی ٹیکسٹائیل انجینئرنگ (B.Sc Textile Engg.) :-

F.Sc (Math) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے ۔ ٹیکسٹائیل انجینئرنگ کا ایک علیحدہ کالج فیصل آباد میں کام کر رہا ہے اور ڈگری انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور دیتی ہے لیکن درخواستیں فیصل آباد کالج علیحدہ طور پر مانگتا ہے ۔

ملک میں بڑھتی ہوئی ٹیکسٹائیل انڈسٹری کی وجہ سے مستقبل میں ٹیکسٹائیل انجینئرنگ کی مانگ بڑھ رہی ہے ۔ اس کا میرٹ انجینئرنگ کے آخری میرٹ کے لگ بھگ ہی ہوتا ہے ۔ پراسپکٹس ٹیکسٹائیل کالج فیصل آباد سے ہی ملتا ہے ۔

(2.3) ایگریکلچرل انجینئرنگ B.Sc Agri. Engg. :-

F.Sc (Mathematics) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس جو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں کروایا جاتا ہے ۔ پراسپکٹس زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے مل سکتا ہے ۔ اس کا میرٹ ٹیکسٹائیل انجینئرنگ کے لگ بھگ ہی ہوتا ہے ۔ عام طور پر میرٹ 70% سے زیادہ ہی ہوتا ہے ۔

(2.4) بی ایس سی جیالوجی :-

F.Sc (Mathemitcs) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی میں کروایا جاتا ہے ۔ B.Sc کے بعد M.Sc بھی پنجاب یونیورسٹی میں کروائی جاتی ہے ۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد OGDC' سوئی گیس اور مائنگ کے اداروں میں ملازمت کے مواقع ہیں ۔ پراسپکٹس پنجاب یونیورسٹی سے مل سکتا ہے ۔ اس کا میرٹ 70٪ کے لگ بھگ ہوتا ہے ۔

(2.5) B.Com :-

Fsc / Fa کے بعد دو سالہ کورس ہے پنجاب یونیوسٹی کے تحت چلے کالج میں B. Com کی ڈگری دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ لاہور میں کچھ پرائیویٹ ادارے بھی B. Com کرواتے ہیں B. Com کرنے کے بعد پرائیویٹ فرم میں بطور اکاؤنٹنٹ ملازم ہوتے ہیں لیکن آج کل بہت زیادہ B.Com تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے ملازمت کے مواقع کم ہیں البتہ B. Com کے بعد M.B.A. یا کوئی اور ماسٹرڈگری کرنے کے بعد ملازمت کے بہتر مواقع میسر آسکتے ہیں۔

(2.6) بیچولر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (B. B. A.) :-

F.Sc (Mathematics) / FA (Commerce) کے بعد دو سالہ کورس ہے جو کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں کروایا جاتا ہے ۔ کچھ پرائیویٹ ادارے بھی B. B. A. کا کورس کرواتا ہے۔ انسٹیٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن (I. B. A.) کراچی بھی B. B. A. کا کورس کرواتے ہیں اور ان کے کروائے ہوئے کورس کی مانگ بھی زیادہ ہوتی ہے۔

(2.7) بیچولر آف مارکیٹنگ (B. Marketing) :-

F.Sc / F.A کے بعد تین سالہ پارٹ ٹائم علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ڈگری کورس ہے - ایسے خدام جو مختلف پرائیویٹ اداروں میں بطور سیلزمین کام کر رہے ہوں وہ یہ ڈگری حاصل کر کے اپنے اداروں میں ترقی حاصل کر سکتے ہیں - مزید تفصیلات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے پراسپکٹس سے مل سکتی ہیں - مزید برآں اس ڈگری کے بعد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ایم بی اے کی ڈگری کے لئے بھی درخواست دے سکتے ہیں -

(2.8) نیشنل کالج آف آرٹس (N C A):_

F.Sc / F.A کے بعد طلباء اس میں داخلہ لے سکتے ہیں - یہ کالج داخلہ کے لئے اپنا ٹیسٹ بھی لیتا ہے اور اس ٹیسٹ کے نمبر F.Sc / F.A کے نمبروں میں جمع کر کے میرٹ بنایا جاتا ہے - اس میں مندرجہ ذیل تین کورس کروائے جاتے ہیں -

(i) نیشنل ڈپلومہ ان آرکیٹکچر :-

یہ پانچ سالہ کورس ہے اور اس کی ڈگری بیچولر آف آرکیٹکچر کے برابر سمجھی جاتی ہے -

(ii) فائن آرٹس :- 4 سالہ کورس

(iii) ڈیزائن :- چار سالہ کورس

مزید معلومات نیشنل کالج آف آرٹس سے حاصل کی جاسکتی ہیں -

(2.9) بیچولر آف فائن آرٹس :-

F.Sc / F.A کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے فائن آرٹس ڈیپارٹمنٹ میں 3 سالہ کورس ہے - مزید ایک سال لگانے پر ماسٹرز آف فائن آرٹس کی ڈگری دی جاتی ہے - داخلہ کے لئے ایک ٹیسٹ لیا جاتا ہے - جس کے نمبر F.Sc / F.A کے نمبروں میں جمع کر کے میرٹ بنایا جاتا ہے - مزید تفصیلات پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی جاسکتی ہیں -

(2.10) بیچولر آف سپیس سائنس :-

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں F.Sc (Math) کے بعد چار سالہ کورس ہے جس کا اجراء پچھلے سال ہی سے ہوا ہے - نئی فیلڈ ہونے

کی وجہ سے مستقبل میں اس کی مانگ بڑھ جائے گی اس کا میرٹ ٪72 کے لگ بھگ ہے -

(3) Fsc (Biology) کے بعد شعبہ جات جن میں پیشہ وارانہ تعلیم کے مواقع ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں -

(3.1) ایم - بی - بی - ایس (M. B. B. S.) :-

Fsc (Biology) کے بعد پانچ سالہ ڈگری کورس ہے - کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کا میرٹ سب سے زیادہ اور بہاول پور میڈیکل کا سب سے کم ہے - درخواستیں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ہی مانگی جاتی ہیں اور وہیں جمع کروائی جاتی ہیں - پچھلے سال ایم بی بی ایس کا کم سے کم میرٹ 72 % کے لگ بھگ تھا -

(3.2) بی - ڈی - ایس :- (B. D. S.)

Fsc (Biology) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے جس کے بعد بیچولر آف ڈینٹل سرجری کی ڈگری دی جاتی ہے - آجکل دانتوں کی بیماریاں عام ہونے کی وجہ سے دانتوں کے ڈاکٹرز کی مانگ روز بروز زیادہ ہوتی جا رہی ہے - بی - ڈی - ایس کی سیٹیں بہت تھوڑی ہوتی ہیں اور پنجاب میں لاہور اور ملتان (بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی) میں ڈینٹل کالج میں بی ڈی ایس کا میرٹ بھی ایم بی بی ایس کے میرٹ کے لگ بھگ یا تھوڑا سا کم ہوتا ہے -

(3.3) بی فارمیسی :- (B. Pharmacy)

Fsc (Biology) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے - پنجاب میں دو جگہوں پر یعنی پنجاب یونیورسٹی لاہور اور بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں بی فارمیسی کی ڈگری کروائی جاتی ہے - دونوں یونیورسٹیاں علیحدہ علیحدہ درخواستیں مانگتی ہیں - پنجاب یونیورسٹی کا میرٹ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے زیادہ ہوتا ہے - بی فارمیسی کا میرٹ بی ڈی ایس کے بعد ہوتا ہے لیکن اس کی سیٹیں بھی زیادہ نہیں ہوتی - اس کا میرٹ عموماً 71 % اور 72 % کے درمیان ہوتا ہے - تعلیم مکمل کرنے کے بعد دوائی ساز کمپنیوں میں ملازمت کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں -

(3.4) ڈاکٹر آف ویٹرنری میڈیسن (D. V. M.) :-

Fsc (Biology) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے - پنجاب میں لاہور کالج آف ویٹرنری میڈیسن اور زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں یہ ڈگری کروائی جاتی ہے - تعلیم مکمل کرنے کے بعد کافی fields میں D. V. M. کے ملازمت کے مواقع ہیں - اس کے علاوہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں D. V. M. کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد Msc ' M. Phil اور Phd کے بھی مواقع ہیں - Dvm کا میرٹ بھی ٪71 اور ٪72 کے درمیان ہوتا ہے -

(3.5) بی ایس سی ایگریکلچرل B.sc Agri :-

Fsc (Biology) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے جو کہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں کروایا جاتا ہے ۔ کورس مکمل کرنے کے بعد ایگریکلچرل کی فیلڈز میں ملازمت کے مواقع ہیں اور اس کے علاوہ تقریباً دس کے قریب Subjects میں Msc کرنے کے بعد مواقع ہیں اور Msc بھی زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ہی کروائی جاتی ہے ۔ Msc کے بعد ملازمت کے اعلیٰ مواقع میسر آسکتے ہیں۔ اس کا میرٹ ٪70 کے لگ بھگ ہوتا ہے ۔

(3.6) B.sc (Hons.) Animal Husbandry : -

Fsc (Biology) کے بعد چار سالہ ڈگری کورس ہے جو کہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں کروایا جاتا ہے۔ اس کی ڈگری لینے کے بعد ملازمت کے مواقع بھی ہیں اور طلباء اگر پسند کریں تو ڈگری لینے کے بعد مزید Specialisation کے لئے سات یا آٹھ مضامین میں M.sc بھی کر سکتا ہے اور M.sc بھی زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں کروائی جاتی ہے ۔
B.sc Agri اور B.sc (Honr.) کے بعد جن مضامین میں M.sc کی جا سکتی ہے ان کا ذکر اسی آرٹیکل کے نمبر ۵.۱۱ میں دیکھا جا سکتا ہے ۔

(3.7) ڈاکٹر آف ہومیوپیتھک میڈیکل سسٹم (D.H.M.S.) : -

F.Sc (Biology) اور F.A. کے وہ طالب علم جنہوں نے میٹرک سائنس کے ساتھ کیا ہو وہ داخلہ کے لئے درخواست دے سکتے ہیں۔ یہ چار سالہ ڈگری کورس ہے لاہور میں D.H.M.S. کا ایک کالج کام کر رہا ہے اور اسی طرح فیصل آباد میں بھی ایک کالج کام کر رہا ہے۔

ایک ضروری اعلان

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ الثالث (اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) کی سیرت و سوانح کا کام ترتیب کے آخری مراحل سے گذر رہا ہے۔ آپ کے عزیزوں، رشتہ داروں، مداحوں، تعلق داروں، شاگردوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ آپ کے ساتھ اپنی وابستہ یادیں اور واقعات لکھ کر جلد از جلد مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرماویں تاکہ تمام ضروری واقعات محفوظ ہو جائیں۔

کمیٹی برائے سیرت و سوانح حضرت مرزا ناصر احمد صاحب

معرفت

مرزا انس احمد صاحب ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

اللہ تعالیٰ تعاون کرنے والے تمام دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

اگر ایک منٹ بھی تمہارا ضائع ہو جائے تو سمجھو کہ موت آگئی۔ (حضرت مصلح موعود)

(4) آرمڈ فورسز میں تعلیم / ملازمت کے مواقع:-

آرڈر فورسز ہر سال اپنے مختلف Department کے لئے طلباء سے درخواستیں مانگتے ہیں اور Selection کے بعد اپنے خرچ پر طلباء کو مختلف شعبوں میں تعلیم دیتے ہیں اور دوران تعلیم وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ تعلیم دینے کے بعد بطور کمیشنڈ آفیسر ملازمت بھی دیتے ہیں۔

درخواستیں (تمام شعبوں کے لئے) بذریعہ اشتہار مانگی جاتی ہیں۔ اردو اور انگریزی دونوں اخباروں میں اشتہار دیئے جاتے ہیں اور یہ بتایا جاتا ہے کہ کہاں کہاں سے درخواست فارم وغیرہ ملیں گے۔ ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں سنٹر بنائے جاتے ہیں۔ ان سنٹروں سے مزید تفصیلات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں سیکنڈ ڈویژن حاصل کرنے والے طلباء درخواستیں دے سکتے ہیں۔

تمام شعبوں میں سلیکشن کا طریقہ کار ملتا جلتا ہے۔ پہلے تحریری ٹیسٹ اور ہلکا سا میڈیکل ٹیسٹ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ISSB ہوتا ہے۔ ISSB پاس کرنے کے بعد بعض شعبوں میں پھر انٹرویو ہوتا ہے۔ اس کے بعد تفصیلی میڈیکل ٹیسٹ ہوتا ہے۔ لیکن بڑا مرحلہ ISSB پاس کرنے کا ہوتا ہے۔

لاہور میں کچھ پرائیویٹ ادارے ISSB پاس کرنے کے لئے ٹریننگ بھی کرواتے ہیں۔ ایک ادارہ کینال پر جیل روڈ کے چوک کے قریب کام کر رہا ہے۔

مختلف شعبہ جات جن میں سلیکشن کے لئے آرمڈ فورسز درخواستیں مانگتی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

(4.1) جونیئر کیڈٹ کورس (Jcc):-

میٹرک کے بعد آرمی میں بھرتی کے لئے چار سالہ کورس ہے۔ کورس کرنے کے بعد آرمی میں بطور کمیشنڈ آفیسر ملازمت دی جاتی ہے۔

(4.2) جی۔ ڈی پائیلٹ (G. D. Pilot):-

میٹرک کے بعد ایئر فورس میں بھرتی کے لئے کورس ہے۔ کورس مکمل کرنے کے بعد ایئر فورس میں بطور کمیشنڈ آفیسر ملازمت دی آتی ہے۔

(4.3) پی ایم اے لانگ کورس (P. M. A. Long Course):-

Fsc / FA کے بعد آرمی میں بطور کمیشنڈ آفیسر بھرتی کرنے کے لئے دو سالہ کورس ہے۔

(4.4) ایروناٹیکل انجینئرنگ (Aeronautical Engg):-

Fsc (Mathematics) کے بعد ایئرفورس میں سلیکٹ کیا جاتا ہے اور سلیکشن کے بعد ایروناٹیکل انجینئرنگ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پاکستان میں ایروناٹیکل انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کیونکہ پاکستان کی دوسری یونیورسٹیوں میں ایروناٹیکل انجینئرنگ کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ ایسے طلباء جنہوں نے سیکنڈ ڈویژن میں F.sc کی ہو وہ درخواستیں دے سکتے ہیں لیکن ان کی سلیکشن کے معیار دوسرے شعبوں کی نسبت سخت ہیں۔ انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کروانے کے بعد ایئر فورس میں ہی ملازمت دی

جاتی ہے -

(4.5) انجینئرنگ کیڈٹ (E. Cedit) :-
بی ایس سی انجینئرنگ (سول ' الیکٹریکل ' کیمیکل) کی تعلیم دینے کے لئے (Fsc (Methematics کے طلباء سے درخواستیں مانگی جاتی ہیں - سلیکشن کے بعد الیکٹریکل اور کیمیکل انجینئرنگ کی تعلیم راولپنڈی میں اور سول انجینئرنگ کی تعلیم رسالپور میں دی جاتی ہے - انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آرمی میں ہی بطور کمیشنڈ آفیسر ملازمت کرنی ہوتی ہے -

(4.6) آرمی میڈیکل کالج :-
(Fsc (Biology کے طلباء آرمی میڈیکل کالج میں درخواست دے سکتے ہیں - سلیکشن کے بعد طلباء کو آرمی میڈیکل کالج میں اپنے خرچ پر تعلیم دی جاتی ہے اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد MBBS کی ڈگری دی جاتی ہے - MBBS کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آرمی میں ہی ملازمت بھی کرنی ہوتی ہے -

(4.7) کمیشنڈ آفیسران نیوی (Comminishend Officer in Navy) :-
پاکستان نیوی کمیشنڈ آفیسر کی سلیکشن کے لئے Fsc / FA کے بعد درخواستیں مانگتے ہیں اور دو سالہ کورس کے بعد نیوی میں بطور کمیشنڈ آفیسر ملازمت دیتے ہیں -

(5) ایسے شعبہ جات جن میں B.Com / B.A / B.Sc یا گریجوایشن کے بعد پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں -

(5.1) ماسٹر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (M. B. A.) :-
(Bsc (Math ' Phy ' Stat ' Economics اور .B. Com کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے جس کی آجکل کافی زیادہ مانگ ہے -
پنجاب میں مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں میں MBA کی ڈگری کروائی جاتی ہے -
ا) پنجاب یونیورسٹی لاہور
ب) قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد
ج) بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان
د) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی
ر) لاہور یونیورسٹی آف بزنس مینجمنٹ (اس کی فیس کافی زیادہ ہے)
کراچی کا انسٹیٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن (IBA) بھی MBA کی ڈگری کرواتا ہے -
اس کے علاوہ لاہور میں کچھ پرائیویٹ ادارے بھی MBA کی ڈگری کرواتے ہیں لیکن یہ ادارے کسی پاکستانی یونیورسٹی کے ساتھ منسلک نہیں ہیں - ادارے میرٹ کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتے لیکن ان کی فیس کافی زیادہ ہوتی ہے -
پراسپیکٹس ہر یونیورسٹی سے مل سکتا ہے -

MBA کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر صرف وہی طلباء داخلہ لے سکتے ہیں جن کے نمبر ٪ 75 سے زیادہ ہوں البتہ پرائیویٹ ادارے میرٹ کا خیال نہیں رکھتے ۔

(5.2) ایم ایس سی ان کمپیوٹر سائنس M.Sc Computer Scince :-

B.Sc (Math'Phy'Stat) کے بعد دو سالہ ماسٹر ڈگری کورس ہے کمپیوٹر کی بڑھتی ہوئی مانگ کے ساتھ اس ڈگری کی مانگ بھی بڑھ رہی ہے ۔ اس لئے اس کا میرٹ کافی زیادہ ہوتا ہے اور صرف وہی طلباء داخلہ لے سکتے ہیں جن کے نمبر ٪ 75 سے زیادہ ہوں ۔

پنجاب میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور اور قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں M.sc Computer Scince کروائی جاتی ہے ۔ پراسپیکٹس دونوں یونیورسٹیوں سے مل سکتے ہیں ۔ لاہور میں کچھ پرائیویٹ ادارے بھی M.sc Computer Scince کرواتے ہیں ۔ اس طرح کا ایک ادارہ S. A. H. فیصل ٹاؤن لاہور میں کام کر رہا ہے ۔

(5.3) ماسٹر آف پبلک ایڈمنسٹریشن :- (MPA)

BA / B. Com / Bsc (Math'Economics'Stat'Social Scince) کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور اور قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں کروایا جاتا ہے ۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں Bsc کی بیس (20)' B. Com کی دو (2)اور BA کی دو (2) سیٹیں ہوتی ہیں ۔ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں بھی اسی کے لگ بھگ سیٹوں کی تعداد ہے ۔

تعلیم کے بعد گورنمنٹ اور پرائیویٹ فرموں میں بطور ایڈمنسٹریٹو آفیسر' پرسنل آفیسر وغیرہ کی ملازمت کے مواقع میسر ہوتے ہیں پنجاب یونیورسٹی کا میرٹ ٪ 73 - 72 کے لگ بھگ ہوتا ہے ۔

(5.4) ماسٹرز آف بزنس ایجوکیشن MBE :-

BA / B. Com / Bsc (Math'Stat'Economics'Phy) کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں یہ کورس کروایا جاتا ہے ۔ سیٹوں کی تعداد بیس کے قریب ہوتی ہے اور میرٹ ٪ 74 - 73 کے لگ بھگ ہوتا ہے ۔ ایم ۔ بی ۔ ای کی ڈگری MBA اور M. Com کے برابر سمجھی جاتی ہے ۔

(5.5) ایم ایس سی لائبریری سائنس :-

Bsc / BA کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور اور بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں کروائی جاتی ہے ۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد گورنمنٹ ملازمت کے مواقع میسر ہیں ۔ مزید تفصیلات پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ لائبریری سائنس سے حاصل کی جا سکتیں ہیں ۔

(5.6) ایم ایس سی رورل سوشیالوجی :- (Msc Rural Socialogy)

BA (Sociology'Economics'Social Work Home Economics) کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے جو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں کروایا جاتا ہے ۔ BA کے بعد یہ ایک اچھی پیشہ وارانہ ماسٹرز ڈگری ہے ۔ پراسپیکٹس اور مزید تفصیلات زرعی یونیورسٹی سے حاصل کی جا سکتیں ہیں ۔

(5.7) ایم ایس سی فوڈ ٹیکنالوجی (Msc Food Techonology) :-

DVM / Bsc Animal Husbandry / Bsc Agri with food technology کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے ۔ جس کی مستقبل میں کافی مانگ بڑھ جائے گی ۔ یہ کورس زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں کروایا جاتا ہے ۔ تعلیم کے بعد فوڈ انڈسٹری میں اعلیٰ ملازمت کے مواقع میسر ہیں ۔ مزید تفصیلات اور پراسپیکٹس زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے حاصل کیا جا سکتا ہے ۔

(5.8) ایم ایس سی کیمسٹری :- (Msc Chamistry)

Bsc (Chemistry) کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ، گورنمنٹ کالج لاہور ، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد ، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ، بہاول پور یونیورسٹی ، اور قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں کروائی جاتی ہے۔
Msc Chemistry کے بعد ملازمت کے پرائیویٹ انڈسٹری میں اعلیٰ مواقع میسر ہیں اور کیمیکل انڈسٹری میں ایم ایس سی کیمسٹری کیمیکل انجینئرنگ کے برابر سمجھی جاتی ہے ۔ اس کے میرٹ کافی زیادہ ہوتا ہے لیکن جو طلباء بی ایس سی میں Math اور کیمسٹری پڑھتے ہیں ان کا میرٹ کچھ کم ہوتا ہے ۔

(5.9) ایل ایل بی :- (L. L. B.)

BA کے بعد دو سالہ ڈگری کورس ہے جو کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں کروایا جاتا ہے ۔ لاہور میں اس کے علاوہ کچھ پرائیویٹ ادارے بھی ایل ایل بی کرواتے ہیں جن میں پنجاب لاء کالج ، قائداعظم لاء کالج وغیرہ شامل ہیں لیکن ان کی فیس زیادہ ہوتی ہے ۔
آج کل پرائیویٹ فرموں میں ایڈمنسٹریٹو آفیسر ، لیبر آفیسر وغیرہ ان کو رکھا جاتا ہے جنہوں نے LLB کی ڈگری لی ہوتی ہے ۔

(5.10) بی - ایڈ (B - Ed) :-

ایسے طالب علم جو B.A ، B.Sc میں اچھے نمبر نہ حاصل کر سکیں وہ B.Ed کرنے کے بعد سیکنڈری سکولز اور مڈل سکولز میں بطور سائنس ٹیچر ملازمت اختیار کر سکتے ہیں ۔ ایسے ٹیچرز ترقی کرتے ہوئے ۱۷ گریڈ تک بھی پہنچ جاتے ہیں اور ملازمت بھی قابل احترام ہوتی ہے۔

(5.11) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ایم ایس سی :-

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد بہت سے خاص مضامین میں ایم ایس سی کی ڈگری کرواتی ہیں ۔ ایسے مضامین کی لسٹ نیچے دی جاتی ہے اور ان کے لئے کم از کم جو تعلیم ضروری ہے وہ بھی دی ہوئی ہے ۔
مزید تفصیلات زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے حاصل کی جا سکتیں ہیں ۔
مندرجہ ذیل تمام فیلڈز اچھی اور نئی ہیں اور ان کے مستقبل میں بہتر مواقع ہیں

NAME OF DEPARTMENTS	QUALIFICATION REQUIRED
Agronomy Agr. Entomology Horticulture	[B.Sc. Agri [B.Sc. (Hons) Agri [(with major in relevant field of study)
Plant Breeding & Genetics Plant Pathology Soil Science Range Management & Crop Physiology	[B.Sc. (Animal Husbandry) [[[
Agri. Economics Agri. Marketing	[B.Sc. Agri [B.Sc. (Hons) Agri with major in Agr.Eco.
Farm Management and Cooperation & Credit	[B.Sc. Animal Husbandry
Animal Breeding & Genetics Live Stock Management Poultry Husbandry	[B.Sc. (Hons) Animal Husbandry [DVM
Agri. Extension	[B.Sc. (Hons.) Agri with [major Agri. Extension

پیارے آقا کا محبت بھرا سلام

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت کو محبت بھرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں

(5.12) ایم ایس سی فائبر ٹیکنالوجی (Msc Fiber Technology) :

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں کروائی جاتی ہے جس کی ملک میں ٹیکسٹائیل انڈسٹری زیادہ لگنے کی وجہ سے مستقبل میں مانگ بڑھ جائے گی ۔ B.sc Textile Technology / B.Sc (hons.) A.H ' B.sc (Hons.) Agri اور ایسے طالب علم جنہوں نے کیمسٹری اور فزکس میں بی ایس سی کی ہو وہ داخلہ لے سکتے ہیں ۔ مزید تفصیلات زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے مل سکتی ہیں ۔

(5.13) ماسٹرز آف کمپیوٹر سائنس :-

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد نے یہ کورس اسی سال سے شروع کیا ہے جس میں B.Sc (Biology'Math) کے طلباء داخلہ لے سکتے ہیں ۔ کورس کی مدت تین سال کی ہے ۔ (B.Sc (Biology کے ساتھ یہ پہلا کمپیوٹر سائنس میں کورس ہے جو زرعی یونیورسٹی نے شروع کیا ہے ۔ مستقبل میں اس کی مانگ بہت زیادہ ہو گی ۔

(5.14) M.Sc Endocrivology : _

بی ایس سی زوآلوجی کے بعد دو سال کورس جو کہ قائداعظم یونیورسٹی میں کروایا جاتا ہے ۔ یہ فیلڈ پاکستان میں نئی ہے اور مستقبل میں اس کی مانگ بڑھ جائے گی ۔ ایم ایس سی کرنے کے بعد قائداعظم یونیورسٹی سے ہی ایم فل بھی کیا جا سکتا ہے جس کے بعد ملازمت کے بہتر مواقع میسر ہونگے ۔

(5.15) M.Sc Reproduction Physiology : _

بی ایس سی زوآلوجی کے بعد دو سال کورس جو کہ قائداعظم یونیورسٹی میں کروایا جاتا ہے ۔ یہ فیلڈ پاکستان میں نئی ہے اور مستقبل میں اس کی مانگ بڑھ جائے گی ۔ ایم ایس سی کرنے کے بعد قائداعظم یونیورسٹی سے ہی ایم فل بھی کیا جا سکتا ہے جس کے بعد ملازمت کے بہتر مواقع میسر ہونگے ۔

(5.16) سنٹر آف ایڈوانس مالیکولر بائیالوجی C A M B :-

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں یہ سنٹر کام کر رہا ہے جہاں پر ایم ایس سی فزیکل کیمسٹری ' جینیٹکس ' مائیکرو بائیالوجی وغیرہ کے بعد ایڈوانس تعلیم دی جاتی ہے ۔ مستقبل میں اس سنٹر سے تعلیم یافتہ طلباء کی مانگ بہت زیادہ ہو گی ۔ مزید تفصیلات اس سنٹر سے مل سکتی ہیں ۔

(5.17) ایم ایس سی مائیکرو بیالوجی (M.Sc Microbiology) : _

بی ایس سی (زوآلوجی) کے بعد دو سالہ ماسٹرز ڈگری کورس ہے جو کہ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کرواتی ہے ۔ پہلے یہ کورس زرعی یونیورسٹی بھی کرواتی تھی لیکن اب انہوں نے یہ کورس صرف زرعی یونیورسٹی کے ان طلباء کے لئے مختص کر دیا ہے جو پہلے کوئی پروفیشنل ڈگری زرعی یونیورسٹی سے حاصل کریں ۔ قائداعظم یونیورسٹی میں یہ کورس کرنے کے بعد اس میں ایم فل بھی کیا جا سکتا ہے جس کے بعد ملازمت کے بہتر مواقع میسر ہونگے ۔

(5.18) سی ایس ایس (CSS) : -

M.A / M.Sc / B.Sc / B.A کے بعد سینٹرل گورنمنٹ کی گزیٹڈ ملازمت کے لئے مقابلہ کا امتحان ہوتا ہے جو کہ ملک کے

مختلف بڑے بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ امتحان کا اعلان بذریعہ اخبار کیا جاتا ہے۔ پراسپکٹس "ڈوگر برادرز" اردو بازار لاہور سے مل سکتا ہے۔

لازمی مضامین کے 500 نمبر، اختیاری مضامین کے 600 نمبر اور انٹرویو کے 300 نمبر ہوتے ہیں۔ لازمی مضامین مندرجہ ذیل ہیں۔

انگلش مضمون، جنرل پیپر آف انگلش، اسلامیات، پاکستان افیرز، انٹرنیشنل افیرز، روزمرہ سائنس

بیالیس اختیاری مضامین کی لسٹ پراسپکٹس میں درج ہے۔

(5.19) پی۔ سی۔ ایس (P.C.S) :۔

M.A / M.Sc / B.Sc / B.A کے بعد پنجاب گورنمنٹ کی گزیٹڈ ملازمت کے لئے مقابلہ کا امتحان ہے۔ پراسپکٹس "ڈوگر برادرز" اردو بازار لاہور سے مل سکتا ہے۔

لازمی مضامین کے 500 نمبر، اختیاری مضامین کے 450 نمبر اور انٹرویو کے 300 نمبر ہیں لازمی مضامین مندرجہ ذیل ہیں۔

انگلش مضمون، جنرل پیپر آف انگلش، اردو مضمون، جنرل پیپر آف اردو، اسلامیات، پاکستان افیرز

اختیاری مضامین کی لسٹ پراسپکٹس میں درج ہے۔

(5.21) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی :۔

علامہ اقبال یونیورسٹی میں میٹرک سے لے کر ایم اے، ایم ایس سی اور ایم بی اے تک کے کورس کروائے جاتے ہیں۔ وہ طالب علم جو ریگولر کسی کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ نہیں لے سکتے وہ اس یونیورسٹی کے پروگراموں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

انڈر گریجوایٹ، گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ پروگرام کے پراسپکٹس علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے مختلف دفاتر سے مل سکتے ہیں۔

پنجاب میں ملتان، ڈیرہ غازی خان، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، فیصل آباد، میانوالی، سرگودھا اور راولپنڈی میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ریجنل دفاتر ہیں لاہور میں انکا دفتر 346 رضا بلاک علامہ اقبال ٹاؤن میں واقع ہے۔

(5.22) پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان کاسٹ مینجمنٹ اینڈ اکاؤنٹنگ :۔

ایسے کینڈیڈیٹ جو بی کام، بی اے۔ کرنے کے بعد اکاؤنٹنگ کی ملازمت کر رہے ہیں ان کے لئے شام کے وقت اس کورس کا اجراء پنجاب یونیورسٹی لاہور نے کیا ہے۔ کورس کی مدت نو ماہ ہے۔

(5.23) آئی سی ایم اے (ICMA) :۔

B.Sc / B.A کے بعد پانچ سالہ کورس ہے جو کہ لاہور میں کروایا جاتا ہے۔ انسٹیٹیوٹ فیروز پور روڈ پر اچھرہ کے قریب ہے۔ کورس مکمل کرنے کے بعد ملازمت کے اعلیٰ مواقع میسر ہیں۔

شعبہ امور طلباء خدام الاحمدیہ ضلع لاہور

صحافت......ایک منہ زور قوت

(مقالہ نگار: مکرم یوسف سہیل صاحب شوق)

سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک جملہ ارشاد فرما کر بلاشبہ دریا کو کوزے میں بند کردیا۔ جب حضور نے یہ فرمایا کہ
"الحکم اور بدر ہمارے دو بازو ہیں"
صحافت کی قوت اور طاقت اور اس کے وسیع اور موثر ہونے کے بارے میں ایک جملہ میں درحقیقت وہ ساری بات آگئی ہے جو صحافت اور ذرائع ابلاغ کے بارے میں آج کہی جاسکتی ہے۔

بے شک کسی بھی نظریے یا سوچ کو آگے بڑھانے میں اگر صحافت کی معاونت شامل نہ ہو تو آج کی دنیا میں اس کا حال کسی ایسے شخص سے مختلف نہ ہوگا جو دونوں بازوؤں سے محروم اور مفلوج ہو اور ایک منظم تحریک اور موثر صحافت کسی بھی فکر یا سوچ کو آگے بڑھانے میں وہی کردار ادا کرتی ہے جو کسی بھی شخص کی زندگی میں اس کے دو بازو انجام دے سکتے ہیں۔

جدید دور میں صحافت صرف اخبارات و رسائل تک محدود نہیں رہی بلکہ اب ان "دو بازوؤں" کی طاقت میں ریڈیو اور اس سے بھی بہت بڑھ چڑھ کر ٹیلی ویژن اور فلم اور حال ہی میں رائج ہونے والی ویڈیو فلموں نے بے پناہ اضافہ کردیا ہے۔ چنانچہ چند سال قبل امریکہ کے ایک سیاستدان نے شکوہ کے رنگ میں یہ کہا تھا کہ امریکہ کا آئندہ صدر کون ہوگا؟ یہ فیصلہ امریکہ کے عوام نہیں بلکہ تین بڑی ٹیلی ویژن کمپنیوں کے مالکان کرتے ہیں۔ گویا کہ جس امیدوار پر تین بڑی ٹیلی ویژن کمپنیوں کے مالک متفق ہوجائیں کہ اس شخص کو امریکہ کا آئندہ صدر ہونا چاہیئے اس کے بارے میں وہ اپنے ذرائع ابلاغ کی منہ زور قوت کے ذریعے رائے عامہ کا رخ اس طرف موڑ کر رکھ دیتے ہیں کہ غیر مقبول لیڈر مقبول ہوجاتا ہے اور بظاہر عوام کی آنکھوں کا تارہ سیاستدان چند ہی ہفتوں میں عوام کی ناپسندیدگی کا ہدف بن کر رہ جاتا ہے۔

انسانی نفسیات کی کمزوریوں اور اچھائیوں سے جس طرح آج کی صحافت فائدہ اٹھارہی ہے ماضی کی تاریخ میں شائد پہلے کبھی کسی نے فائدہ نہ اٹھایا ہوگا۔ صحافت یہی کرتی ہے کہ ایک شخص یا ایک نظریے کو بڑی چابک دستی، مہارت اور سمجھ داری کے ساتھ اپنے قارئین یا ناظرین کے ذہنوں میں اس طرح چپکے سے داخل کردیا جاتا ہے کہ پڑھنے سننے یا دیکھنے والوں کو شعوری طور پر اس کا کبھی بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان کی رائے کو کس نے بڑی منصوبہ بندی سے کام کر کے اسطرح بدل کر رکھ دیا ہے کہ اب ایک نئی رائے اور سوچ ابھر کر اس طرح سامنے آگئی ہے کہ عوام یہی سمجھتے ہیں کہ یہی دراصل ہماری رائے ہے۔ حالانکہ وہ رائے درحقیقت، شکوہ کرنے والے امریکی سیاستدان کے بقول تین بڑی ٹیلی وژن کمپنیوں کی رائے ہوتی ہے جس سے وہ اپنے پراپیگنڈے یا اپنی صحافت کے زور پر عوام کی رائے بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

صحافت کی یہی وہ زبردست قوت ہے جس میں آج کی مہذب دنیا کی ہر حکومت لرزہ براندام رہتی ہے۔ یہی وہ قوت ہے جب ایمان داری اور دیانتداری سے استعمال کی جائے تو محاسبے کا وہ زبردست کام بھی سر انجام دے دیتی ہے جو سارے ملک کی عدالتیں اور اسمبلیاں اور پارلیمنٹیں

مل کر بھی انجام نہیں دے سکتیں۔

جی ہاں! محاسبے کی یہی وہ زبردست قوت تھی جس نے امریکہ کی دو سو سالہ جمہوری تاریخ میں پہلی بار اور آج تک محض ایک بار ایک امریکی صدر کو استعفیٰ دینے پر مجبور کردیا ورنہ امریکہ میں ایک شخص جب صدر منتخب ہوجاتا ہے تو اس کو اتنے وسیع اختیارات ہوجاتے ہیں کہ اس کو اس کے عرصہ صدارت کے چار سال پورے کرنے سے پہلے اس کی کرسی سے ہٹانا عملاً ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ امریکی صدر کو جس قدر اختیارات حاصل ہوتے ہیں اس کا اندازہ اس طرح سے کیا جاسکتا ہے کہ امریکہ کے صدر کو "دستوری بادشاہ" کہا جاتا ہے کہ اس کے اختیارات عملاً بادشاہی کے اختیارات کے برابر ہوتے ہیں۔ لیکن جب سابق امریکی صدر نکسن، جن کو آج بھی دور حاضر میں علمی سیاست کا ایک اہم مدبر مانا جاتا ہے اور جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اندازہ کرنا ممکن نہیں ہے کہ عالمی سیاست میں انہوں نے اپنی صدارت کے زمانے میں زیادہ کام کئے یا صدارت سے ہٹنے کے بعد زیادہ کام کئے۔ وہی صدر نکسن پورے آرام واطمینان کے ساتھ صدر امریکہ کا انتخاب جیتے۔ چند ہی مہینے کے بعد امریکہ کے گم نام سے صحافی کے ایک چھوٹے سے اخبار نے یہ خبر شائع کردی کہ انہوں نے اپنی انتخابی مہم کے دوران اپنی مخالف سیاسی پارٹی کے میٹنگ روم میں خفیہ طور پر ایسے آلات نصب کروائے تھے جن کے نتیجہ میں ان کی ساری کاروائی کسی خفیہ جگہ پر سنی جاتی تھی۔ گویا کہ ایک اخلاقی بد دیانتی کا الزام لگایا گیا۔ یہ بات بڑھنے لگی، پھیلنے لگی۔ پہلے تو نکسن انکار کرتے رہے۔ پھر آخر انہوں نے اعتراف بھی کرلیا۔ قوم سے معافی بھی مانگی لیکن ہر بار یہی کہا کہ وہ صدارت کا عہدہ نہیں چھوڑیں گے۔ جب بات کھل گئی اور بد دیانتی واضح ہوگئی تو پھر بھی یہ امکان نہ تھا کہ کوئی عدالت یا کوئی عوامی نمائندگی کا ادارہ ان کو صدارت سے ہٹاسکتا ہے کیونکہ آخری دم تک ان کو اپنے اتنے وفادار ساتھیوں کی تائید حاصل تھی جن کی حمایت سے وہ اپنا عرصہ صدارت پورا کرسکتے تھے۔ لیکن صحافت اور ذرائع ابلاغ کا دباؤ اتنا زیادہ بڑھا کہ تمام بڑے اخباروں نے استعفیٰ کا مطالبہ کردیا۔ چنانچہ امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار کسی امریکی صدر نے صحافت کے دباؤ کے تحت استعفیٰ دے دیا۔ یہ تھی دور حاضر میں صحافت کی منہ زور قوتوں کی سب سے بڑی کامیابی!!

لیکن یہ کامیابی مغربی دنیا میں ہی مل سکتی تھی اور مل سکتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ صاف اور ظاہر ہے کہ انہی ملکوں میں اخبارات کی اشاعت لاکھوں اور کروڑوں میں ہے۔ انہی ملکوں میں ٹی وی اسٹیشن ذاتی ملکیت میں ہیں اور انہی ملکوں میں صحافت کو آزاد سمجھا جاتا ہے۔

مشرقی یورپ کے کمیونسٹ ممالک ہوں یا تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک ان میں چونکہ صحافت اور جمہوریت دونوں ہی گھٹنوں چل رہی ہوتی ہیں اور جس طرح جمہوریت آئے دن مارشل لاء کے شکنجے میں کسی جاتی رہتی ہے اس طرح صحافت نت نئی پابندیوں کا شکار رہتی ہے۔ پھر سب سے بڑی کمی ان ممالک کی صحافت کے طاقتور نہ ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ ان ممالک میں خواندگی کا معیار بہت ادنیٰ ہوتا ہے۔ عام معیار زندگی بہت کم ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام کی ستر سے اسی فی صد آبادی وہ ہوتی ہے جو نہ تو اخبار پڑھتی ہے، نہ کوئی رسالہ اور نہ ہی ان کے گھر میں ٹی وی موجود ہوتا ہے۔ پاکستان کی آبادی تقریباً ۱۲ کروڑ ہے۔ لگ بھگ اتنی ہی آبادی برطانیہ اور جاپان کی ہے (میں موٹے انداز کی بات سمجھا رہا ہوں) مگر پاکستان کے

تمام اخبارات کی مجموعی اشاعت شاید ۵۰ لاکھ بھی نہیں جب کہ برطانیہ کے تمام اخبارات کی مجموعی اشاعت ان کی آبادی سے اڑھائی گنا ہے یعنی ۲۵ کروڑ۔ قریباً یہی حال جاپان کا ہے۔ مزید چند سال قبل دنیا کا سب سے زیادہ چھپنے والا اخبار جاپان کا ایک اخبار تھا۔ آج کل بھی سب سے زیادہ اشاعت کا سہرا برطانیہ، جاپان اور پھر امریکہ کے اخباروں کے سر ہے۔ رہی بات ہندوستان کی تو یہاں جمہوریت تو خوب مضبوط ہے لیکن عوام ان پڑھ ہیں۔ ملک میں زبانیں اتنی ہیں کہ ایک متفقہ ملکی زبان کو کوئی قبول ہی نہیں کرتا اس لئے قومی سطح کے اخبار کم اور علاقائی زیادہ ہیں اور اشاعتیں کم ہونے کی وجہ سے ان کا حلقہ اثر بھی کم ہے۔ کروڑوں عوام غربت کی چکی میں پس رہے ہیں اس لئے ٹی وی خریدنے کی عیاشی کون کرے؟۔

قریباً یہی حال ایشیا اور افریقہ کے اکثر ملکوں کا ہے۔ پھر ان ملکوں میں سے بھاری اکثریت ایسے ملکوں کی ہے جہاں پر غیر جمہوری حکومتیں یا یک جماعتی نظام رائج ہیں اور حکومت کی گرفت اخبارات پر بہت مضبوط ہوتی ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی تو ان ملکوں میں ہیں ہی سرکاری ملکیت میں اس لئے صحافت کی آزادی عنقاء ہے۔ جب آزادی نہیں تو قوت بھی نہیں۔

عالمی اخباروں کا ذکر ہے تو روس کا سرکاری اخبار "پراودا" سب سے زیادہ چھپنے والا اخبار بھی سمجھا جاتا ہے لیکن اسے کوئی اخبار سمجھے تب بات بنتی ہے کیونکہ سارے ملک میں اخبار ہے ہی ایک، کسی دوسرے قومی اخبار کی اجازت ہی نہیں۔ سب نے بہ امر مجبوری ایک ہی اخبار پڑھنا ہے اور ملک کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا گویا زبردستی اس اخبار کو کثیر الاشاعت بنا دیا گیا ہے۔ حالانکہ یورپ و امریکہ کے ۸۰/۷۰ صفحات پر مشتمل بھاری بھر کم اخبارات کے مقابلے پر یہ اخبار محض چند صفحات پر مشتمل ہوتا ہے۔ نہ سنسنی خیز سرخیاں، نہ دھماکہ خیز خبریں، نہ جرم و جنس کے چٹخارے اور نہ عالمی سیاست کے بارے میں گرما گرم تبصرے بلکہ سادہ بے رنگ سی خبریں۔ کمیونسٹ پارٹی کے لیڈروں کے بیانات اور بس۔ نہ اشتہاری سائز کے اشتہارات، نہ مصنوعات کو خریدنے کی اشتہا انگیز ترغیبات اور نہ کوئی دلچسپی کا سامان۔

جماعت احمدیہ کی صحافت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مقدس دور میں جماعت احمدیہ کا پیغام احباب جماعت اور دیگر غیر از جماعت تک پہنچانے کے لئے سب سے پہلے الحکم جاری ہوا اور اس کے بعد البدر۔ اس کے علاوہ حضور ہی کے دور میں جماعت احمدیہ کا جو رسالہ سب سے زیادہ معروف ہوا وہ ریویو آف ریلیجنز تھا۔ یہ رسالہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا تھا اور اہل علم طبقے میں بہت دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا۔ اس میں عیسائیت کے خلاف خاص مضامین ہوتے تھے اور اس کا حلقہ اشاعت متحدہ ہندوستان کے علاوہ برطانیہ اور دوسرے انگریزی جاننے والے ممالک تک وسیع تھا۔ حضور کے اپنے مضامین اس میں شائع ہوا کرتے تھے۔ حضور ہی کے دور کے آخری ایام میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری فرمایا۔ اس کے شماروں کو بھی بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے الفضل جاری فرمایا۔ آج روزنامہ الفضل پاکستان کا قدیم ترین روزنامہ اخبار ہے۔ اس کی عمر ۷۷ سال کے لگ بھگ ہے۔ بعد میں جماعت کی ذیلی تنظیموں نے ماہنامہ خالد،

بقیہ ص 40 پر

جنگلی گلابوں کی سر زمین

سیاچن گلیشئر

(مکرم نثار احمد صاحب۔ ربوہ)

سیاچن بلتی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے بہت زیادہ جنگلی گلاب کے ہیں (سیا۔ جنگلی گلاب اور چن کامطلب بہت زیادہ) بلتستان پاکستان کا حصہ ہے اور سیاچن کے اردگرد لوگوں کی زبان بلتی ہے۔ اس علاقے میں پاکستان کی کرنسی چلتی ہے۔ سیاچن پاکستان کا دوسرا بڑا گلیشئر ہے۔ سیاچن سولہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے لہٰذا تمام جگہ برفیلی ہے۔ سخت سردیوں میں درجہ حرارت منفی پچاس سے منفی تیس ڈگری تک رہتا ہے۔ سخت گرمی کے موسم میں بھی یہاں کی سردی برداشت نہیں ہوتی۔ سیاچن گلیشئر کو سب سے پہلے ڈاکٹر سیف لانگ نے دریافت کیا تھا۔ ساری دنیا میں سیاچن گلیشئر کو پاکستان کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے دنیا بھر میں جتنی بھی کوہ پیما جماعتیں اس علاقے کی چوٹیاں سر کرنے کے لئے آئیں تو انہوں نے حکومت پاکستان سے ہی اجازت نامے لئے تھے۔

سیاچن گلیشئر کشمیر کی طرف سے سولہ سے بائیس ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ پاکستان کی طرف سے سیاچن گلیشئر تک جانے کے لئے گلگت سے اسکردو اور پھر اسکردو سے آگے دم سم کا میدانی علاقہ آتا ہے۔ یہاں سے سیاچن گلیشئر اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ دم سم سے گوما کا علاقہ آتا ہے۔ پھر درہ سلترو (ژھلترو)، پھر درہ بیلا فونڈا اس کے بعد درہ گیانگ سے ہوتے ہوئے سیاچن تک جایا جاتا ہے لیکن سیاچن پر پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہاں پر ہمتیں جواب دے جاتی ہیں۔ حوصلے بار بار ہار جاتے ہیں۔ ارادے ٹوٹ ٹوٹ کر بنتے ہیں۔ ٹھنڈی اور یخ بستہ ہواؤں میں چلنا اتنا دشوار ہوتا ہے کہ یہ سفر کئی دن اور کئی راتوں پر محیط ہوتا ہے۔ یہاں پر عام دنوں میں درجہ حرارت منفی پچاس سنٹی گریڈ سے بھی کم ہوجاتا ہے اور پھر رات کے وقت تو اور بھی بہت کم ہوجاتا ہے۔

اس علاقے میں سیدھی اور سپاٹ چڑھائیاں برف سے اٹی پڑی ہیں اور چلتے ہوئے پاؤں زمین پر نہیں ہوتے بلکہ برف میں دھنس جاتے ہیں۔ یہاں پر آکسیجن کی بے حد کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے سانس لینے میں دشواری پیش آتی ہے اور قوت مدافعت میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ یہاں پر بعض

اوقات سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے برفانی جھکڑ بھی چلتے رہتے ہیں۔

اس علاقے میں ہیلی کاپٹر کو لینڈ کرنے کے بعد اس کا انجن بند نہیں کرتے اس لئے کہ یہاں آکسیجن کی کمی کی وجہ سے اسے سٹارٹ ہی رکھا جاتا ہے۔ اگر انجن بند کردیا جائے تو پھر ڈر ہوتا ہے کہ کہیں دوبارہ انجن سٹارٹ ہی نہ ہو۔

سیاچن کے محاذ پر فوجیوں کے لئے فائبر گلاس کے چھوٹے چھوٹے خیمے نصب ہیں۔ اس جگہ ایک فوجی جوان کو جو وردی پہننے کے لئے دی جاتی ہے اس کی قیمت چار ہزار ڈالر ہوتی ہے۔ جوتے بھی خاص قسم کے پہنے ہوتے ہیں جو کہ امریکہ سے منگوائے گئے ہیں۔ ایک جوڑے کی قیمت آٹھ ہزار روپے ہوتی ہے۔ یہ وردی مشکل سے چھ ماہ چلتی ہے۔ فائبر گلاس کے خیموں میں مسلسل مٹی کے تیل کا چولہا جلتا رہتا ہے۔ اگر یہ تمام احتیاطی تدابیر نہ کی جائیں تو سیاچن پر انسان کا زندہ رہنا ناممکن ہوجائے۔ یہاں پر فوج نے آپس میں رابطے کے لئے ٹیلی فون لائنیں بچھائی ہوئی ہیں جو کہ کئی فٹ برف کاٹ کر بچھائی گئیں ہیں۔

سیاچن گلیشیئر کی لمبائی 75 کلو میٹر سے زائد اور چوڑائی پانچ کلو میٹر ہے۔ سیاچن گلیشیئر سے کے ٹو کو بھی راستہ جاتا ہے۔

سیاچن گلیشیئر میں اتنی سردی ہوتی ہے کہ اگر ہاتھ بھی بغیر دستانے کے کسی چیز سے لگ جائے تو ہاتھ کا دوران خون رک جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے خون جم گیا ہے اور ہاتھ سن ہوگیا ہے۔ اس کیفیت کو سنو بائٹ کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہاتھ بے کار ہوجاتا ہے اور بالاخر اسے کاٹنا پڑتا ہے۔

سیاچن گلیشیئر تک پہنچنے کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو وہ ہے جو اسکردو سے ہو کر جاتا ہے اور دوسرا لداخ سے جاتا ہے۔ پاکستان اور چین کی سرحد پر واقع "درہ کرلی" سیاچن گلیشیئر کا منبع ہے۔

سیاچن گلیشیئر پر غیر ملکی کوہ پیما جماعتیں کب اور کس کی اجازت سے گئیں۔

امپریل کالج برطانیہ کی ٹیم سن 1957ء، آسٹریلیا کی کوہ پیما ٹیم سن 1961ء، جاپانی کوہ پیما ٹیم سن 1962ء، جاپانی کوہ پیما ٹیم سن 1975ء، جاپانی کوہ پیما ٹیم سن 1976ء، جاپانی کوہ پیما ٹیم سن 1982ء، یہ سب ٹیمیں حکومت پاکستان کی اجازت سے گئیں۔

1978ء سے قبل سیاچن کی کوئی سیاسی اور فوجی اہمیت نہیں تھی مگر شاہراہ قراقرم کی تکمیل ہونے کے چند ماہ بعد بھارت نے اپنی نظریں لگانا شروع کردی تھیں۔ 1983ء میں بھارت نے سیاچن کا جائزہ لینے کے لئے خفیہ طور پر ایک فوجی دستہ اس علاقے میں بھیجا تھا۔ اس کے بعد 1984ء میں بھارت نے اچانک اس گلیشیئر پر اپنی فوجی چوکیاں قائم کرلیں۔ چونکہ یہ علاقہ غیر آباد اور اور انتہائی بلندی پر واقع تھا اور آمدورفت بھی نہیں

ہے اس لئے پاکستان کو بروقت اس کی خبر نہ ہوسکی۔

پھر ایک دن پاکستانی کوہ پیما محمد حفیظ نے علاقے میں بھارتی فوجیوں کو کیمپ لگائے دیکھا تو چپکے سے واپس آکر پاکستان کو اطلاع دی۔ جس پر پاکستان آرمی نے فوجی کاروائی کی اور سیاچن پر باقاعدہ لڑائی کا آغاز ہوگیا۔ بھارت کی پانچ چوکیوں میں سے تین پاکستانی جوانوں نے چھین لی ہیں۔ یہ دنیا کا بلند ترین محاذ جنگ ہے۔ یہاں پر جہاں انسان کو انسان سے لڑنا پڑتا ہے وہاں موسم کے بے رحم تھپیڑوں سے کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس علاقے میں ایک ہیلی کاپٹر پر ایک گھنٹے کا خرچہ تیس ہزار روپے ہوجاتا ہے۔

سیاچن کے محاذ پر متعین بھارتی فوج کا یومیہ خرچ دو کروڑ روپے ہورہا ہے جب کہ پاکستان کا خرچہ اس سے کم ہے۔ پاکستان نے بھارت کی سپلائی لائن کو توڑنے کی غرض سے حال ہی میں درہ گیانگ پر قائم بھارتی چوکی پر قبضہ کرکے اس درے کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں کر لیا ہے۔

غزل

میں ہوشیار بھی ہوں اور ہوشیار نہیں
دل حزیں پہ فقط مجھ کو اختیار نہیں

صنم کدوں سے گذر روز میرا ہوتا ہے
یہ اور بات ہے جبیں میری داغدار نہیں

میں اپنی آبلہ پائی کو کیسے سمجھاؤں
کہ دور دور تلک کوئی نوک خار نہیں

ٹھہر کے کسطرح دم لوں رکوں تو کیسے رکوں
کہ راستے میں شجر کوئی سایہ دار نہیں

تمہارے شہر میں عمر عزیز گذری ہے
مری نظر میں کوئی اور شہر یار نہیں

میں اپنے بارے میں سوچوں مجھے نہیں فرصت
یہی بہت ہے کوئی تجھ سا طرحدار نہیں

بڑی عجیب سی مشکل ہے اس لئے چپ ہوں
سمجھ نہ لینا کہ دل میرا بے قرار نہیں

میں عاقبت کے حوالے سے مطمئن ہوں مگر
کہوں یہ کیسے کہ یہ راہ خار زار نہیں

تو میری سوچ کا محور ہے اور میں چلتی ہوں
تیرے سوا کوئی عظمت کا پاسدار نہیں

(محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

تم دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کے بھی ماہر بنو (حضرت مصلح موعود)

نظام کی پابندی کی عادت نوجوانوں کے اندر پیدا کرو۔ (حضرت مصلح موعود)

ایمان انسان کی جوانی کو بڑھاتا ہے اور حوصلوں کو بلند کرتا ہے۔ (حضرت مصلح موعود)

گورباچوف

(مکرم ناصر احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ)

صدر گورباچوف جنوبی روس کے علاقہ سٹاورو پول کے ایک گاؤں "ہریوولونو" میں 2 مارچ 1931ء کو پیدا ہوئے۔ 1937ء میں جب صدر گورباچوف ابھی سات سال کے تھے کہ سٹالن کے ظلم وستم نے ملک میں ہنگامہ برپا کردیا۔ گورباچوف دس سال کے تھے کہ ان کے باپ کو دوسری جنگ عظیم میں محاذ پر بھیج دیا گیا۔ گورباچوف بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ میرا باپ وطن کی مدافعت کرنے میں پیش پیش تھا۔ گورباچوف کے باپ کو بہادری کے سلسلہ میں سونے کا تمغہ ملا۔ اگست 1942ء میں جرمنوں کے جم غفیر پرانی نولوفہ کو روندتے چلے گئے۔ ان کے گاؤں میں تو لڑائی نہیں ہوئی تھی اگرچہ کبھی کبھی جرمن سپاہی خوراک کی تلاش میں آ دھمکتے۔ گیارہ سالہ گورباچوف اور ان کی ماں جرمنوں کو خوراک مہیا کرنے میں مدد دیتے اور انہیں بھی عورتوں کے ہمراہ کھیتوں میں کام کرنا پڑتا۔ سولہ سال کی عمر تک وہ اکلوتے تھے لیکن 1947ء میں ان کا ایک اور بھائی پیدا ہوا جو ان دنوں روس کی فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز ہے۔ باپ کے واپس آنے پر گورباچوف نے ٹریکٹر چلانا سیکھا۔ باپ اور بیٹا اکثر غیر ملکی سیاست پر بات چیت کرتے تھے۔ 15 سال کی عمر میں بطور ہارویسٹر اپریٹر کے انہوں نے عملی زندگی میں قدم رکھا۔ 1952ء میں انہوں نے کمیونسٹ پارٹی کی رکنیت اختیار کی۔ 1955ء کے لگ بھگ وہ کوموسول (ینگ کیمونسٹ لیگ) کے لیڈر کے طور پر ابھرے۔ پہلے کوموسول کی شہری کمیٹی کے سیکریٹری منتخب ہوئے اور بعد میں علاقائی کوموسول کے سیکریٹری بنے۔ اس کے بعد علاقہ کی کمیونسٹ پارٹی نے ان کو منتخب کر کے ماسکو یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ وہاں جا کر انہوں نے قانون کے شعبے میں داخلہ لے لیا اور بڑی محنت سے پڑھتے رہے۔ گورباچوف کھیلوں سے قطعی دلچسپی نہ لیتے۔ انہوں نے بلا کا حافظہ پایا اور ہر وقت علم کے ماخذوں کی جستجو میں سرگرداں رہتے۔ یونیورسٹی کے اولین برسوں میں ہی ان کو کمیونسٹ پارٹی کا آرگنائزر مقرر کردیا گیا۔ 1955ء میں ہی انہوں نے ماسکو سٹیٹ یونیورسٹی سے قانون کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ تعلیم کے بعد

گورباچوف نے ماسکو میں ہی ملازمت کرنے کا ارادہ کیا لیکن رہائش کا بندوبست نہ ہوسکنے کی وجہ سے وطن واپس چلے گئے۔ مختصر سا ایک مکان کرائے پر لے کر ایک وکیل کے ساتھ شراکت کی اور دونوں اکٹھے رہنے لگے۔

1966ء میں وہ سٹاور پول کے سیکریٹری اول منتخب ہوئے۔ 1967ء میں انہوں نے سٹاور ویول زرعی انسٹی ٹیوٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ 1970ء میں وہ سوویت یونین کی سپریم سوویت کے رکن منتخب ہوئے اور 1971ء میں پارٹی کی چوبیسویں کانگریس کے موقع پر پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے بھی رکن بن گئے۔ 1970ء تا 1978ء وہ علاقہ کے مقبول ترین لیڈر تسلیم کئے جاتے رہے۔ وہ برزنیف کے ادب اور آرائش پر قدغن لگانے کو قطعی پسند نہ کرتے۔ انہوں نے علاقے میں گندم کی پیداوار کے علاوہ بھیڑیں پالنے کی سکیم تیار کی جسے برزنیف نے منظور کرلیا اور نوجوان کی ذہانت کو پرکھتے ہوئے پولیٹبرو میں شامل کرنے سفارش کی۔ برزنیف نے 1964ء تا 1982ء روس پر حکومت کی۔ اس دوران گورباچوف طاقت و قوت حاصل کرنے کی سیڑھیاں چڑھتے رہے۔ 1978ء میں گورباچوف کو کمیونسٹ پارٹی کا سیکریٹری جنرل منتخب کرلیا گیا۔ برزنیف کے بعد اندرے چوف نے حکمرانی سنبھالی۔ ایک سال کے اندر ہی اس کی صحت جواب دے گئی۔ مرتے وقت اس نے گورباچوف کو حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے کی سفارش کی۔ اقتدار سنبھالتے ہی انہوں نے کسانوں کے قرضے معاف کردیئے۔ وہ ملک میں مثبت سیاسی تبدیلیاں لائے۔ کریڈٹ کارڈ جاری ہوئے۔ سوویت شہریوں کو غیر ملکی سیر و سیاحت کی اجازت دے دی گئی۔ ٹیلی ویژن پروگرام دیکھنے کے لئے گھروں پر سیٹلائٹ تھال نصب کئے گئے۔ سوویت یونین میں وسیع کھلے پن کا اضافہ کیا گیا جس نے بین الاقوامی سطح پر اعتماد بحال کرنے میں تقویت پہنچائی۔ گورباچوف سوویت یونین کی دفاعی کونسل کے چیئرمین اور سپریم سوویت کی مجلس صدارت (پریذیڈیم) کے بھی رکن ہیں۔ مطالعہ کے بے حد شائق، ذہین و فطین، غیر معمولی قوت یاداشت رکھنے والے فوجی پالیسی کے خلاف ہیں۔ انہوں نے پولینڈ، ہنگری، چیکوسلواکیہ، بلغاریہ اور مشرقی جرمنی کے علاقوں کو خیر باد کہا۔ اطالویوں نے ان کی زار روس سے بڑھ کر پذیرائی کی اور جب وہ روما کے کورنیال محل میں داخل ہونے لگے تو سپاہیوں نے شاندار استقبال کیا۔ بازاروں میں گھومے تو دوکانداروں نے کھڑے ہو کر تالیاں بجائیں۔ ساڑھے تریسٹھ لاکھ سرخ افواج کا کمانڈر اور نیوکلیئر ہتھیاروں کا عظیم ذخیرہ رکھنے کے باوجود روم میں عام آدمی کی طرح داخل ہوا۔ جب فوجیوں نے سلامی دی تو سلام پیش کرنے کی بجائے محبت اور احترام سے سر جھکالیا۔ جب ان کو نوبل انعام ملا تو نوبل کمیٹی نے کہا:

ناروے کی نوبل کمیٹی نے اس سال کا نوبل

امن انعام میخائل گورباچوف کو عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امن عالم آج بین الاقوامی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے۔ حالیہ برسوں میں مشرق اور مغرب کے تعلقات میں زبردست تبدیلیاں آئیں۔ تنازعات کی جگہ مذاکرات نے لے لی۔ اسلحہ کی دوڑ کی رفتار دھیمی ہو رہی ہے۔ کئی علاقائی تنازعات حل کئے جا چکے ہیں یا کئے جا رہے ہیں۔ ان تبدیلیوں کے پیچھے کئی عناصر پوشیدہ ہیں۔ لیکن اس سال کمیٹی میخائل گورباچوف کو کئی مواقع پر ان عوامل میں ان کی خدمات کے لئے خراج پیش کرنا چاہتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

"میں گورباچوف کی ذہانت اور بہادری کا قائل ہوں کہ انہوں نے ان حالات کو سمجھ کر بڑی حکمت عملی کے ساتھ وہ اقدامات شروع کئے کہ قوم اشتراکیت کے چنگل سے نکل آئے کہ خرابیوں کے بد اثرات قوم پر اثر انداز نہ ہوں"۔

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ یو۔ کے۔ 29 جولائی 1990ء۔ الفضل صفحہ 3۔ 22 اگست 1990ء)

انعامی مقابلہ معلومات نمبر ۱۱

سوال نمبر1۔ قرآن پاک کا ترجمہ سب سے پہلے کب اور کس زبان میں ہوا؟۔

سوال نمبر2۔ پاکستان آرمی کے سب سے پہلے سربراہ کون تھے؟۔

سوال نمبر3۔ درہ خیبر کی لمبائی کتنی ہے؟۔

سوال نمبر4۔ مسلم لیگ کے پہلے صدر کا نام بتائیے؟۔

سوال نمبر5۔ ملک پانامہ کے دارالحکومت کا نام بتائیے؟۔

سوال نمبر6۔ جنگ آزادی کس شہر سے شروع ہوئی؟۔

سوال نمبر7۔ بیت احمدیہ زیورک کا افتتاح کب اور کس نے کیا؟۔

سوال نمبر8۔ قومی پرچم کا رنگ کس نے تجویز کیا؟۔

سوال نمبر9۔ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ کون سا ہے؟۔

سوال نمبر10۔ دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر کون سا ہے؟۔

صحیح حل بھیجنے کی آخری تاریخ 30 جولائی ہے۔

درست حل بھیجنے والوں میں سے اول، دوم اور سوم آنے والوں کو انعام دیا جائے گا۔

مدیر خالد دارالصدر جنوبی ایوان محمود ربوہ پوسٹ کوڈ نمبر 35460

سفر وسیلہ ظفر

(مکرم عطاء القدوس صاحب سرگودھا)

انسان شروع سے ہی حسین مناظر اور سبزہ زاروں کا متلاشی رہا ہے۔ اس کے اسی شوق نے اسے رفتہ رفتہ تمام کرہ ارض کی تسخیر پر آمادہ کیا۔ نئے نئے علاقے دیکھنے کے اسی شوق کی وجہ سے ایک دن کے نوٹس پر ہم نے ٹرپ کا پروگرام تیار کیا اور اگلے روز یعنی 28 جون کو رات بذریعہ جھنگ ایکسپریس اپنے اس سفر کا آغاز کیا جو 7 دن تک جاری رہ کر 5 جولائی کو بطریق احسن انجام پذیر ہوگیا۔ ٹرین کے تھرڈ کلاس کے ڈبہ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ تھرڈ کلاس میں ہم نے ٹکٹ اس لئے لیا تھا کہ اس سے نیچے کوئی اور کلاس نہیں ہوتی ورنہ ہم یقیناً اس میں سفر کرتے۔ شدید گرمی تھی مگر پنکھے جو کہ کئی نسلوں کو اپنی ہوا سے فیضیاب کر چکے تھے، بند تھے۔ مسافروں سے دریافت کیا کہ پنکھے بند کیوں ہیں تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ یہ اس قدر بھیانک آوازیں نکالتے ہیں کہ رات کو آرام نہیں کیا جاسکتا۔ ٹرین نے ہمیں صبح آٹھ بجے پنڈی اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ تھکان تو ہمیں یقیناً تھی لیکن ستانے کا وقت نہیں تھا اس لئے ناشتہ کرنے کے فوراً بعد ہم نے ایبٹ آباد کے لئے ویگن پکڑلی جس نے کوئی دو گھنٹے میں ہمیں ایبٹ آباد کے خوبصورت شہر میں اتار دیا۔

اس سے پہلے کہ مزید آگے چلوں ایک وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سفر میں میرے ساتھ برادرم محمود احمد اشرف اور مکرم محمود احمد عاطف تھے اور سفر کے آغاز میں ہمارا فیصلہ ہوا تھا کہ ہر روز ایک علیحدہ امیر ہوگا اور تمام اہم فیصلے وہ باہمی صلاح مشورے سے کرے گا۔ امیر کی ذمہ داریوں میں راہوں کا تعین، مقام کا چناؤ، آرام کرنے کے اوقات اور ذریعہ سفر کا انتخاب وغیرہ شامل تھا۔ اگرچہ اس فیصلے کے پیش نظر میں اور محمود عاطف بھی وقتاً فوقتاً امیر بن جاتے تھے لیکن "آٹھویں ترمیم" کے باعث تمام اختیارات محمود اشرف بھائی کے پاس ہی تھے اور ہم دونوں "ڈمی امیر" تھے۔ جس دن محمود اشرف امیر ہوتے اس دن تو سارے فیصلے وہی کرتے لیکن جس دن ہم دونوں میں سے کوئی امیر ہوتا اس دن بھی سارے فیصلے محمود اشرف ہی کرتے۔

ایبٹ آباد ایک خوبصورت شہر ہے جہاں سے وادی کشمیر، وادی کاغان اور گلگت کے لئے راستہ نکلتا ہے اس لحاظ سے سیاحوں کے لئے یہ شہر بیس کیمپ کا کام دیتا ہے۔ ایبٹ آباد سے ہم بذریعہ ویگن مانسہرہ پہنچے اور مانسہرہ میں اڈے ہی سے بالاکوٹ کے لئے ویگن لی اور اس میں بیٹھ گئے۔ اگرچہ مانسہرہ میں دیکھنے کے لئے کئی تاریخی اور تفریحی مقامات ہیں لیکن وقت کی کمی کے سبب ہم نے اسے واپسی پر اٹھا رکھا کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ ہم اپنی پہلی رات بالاکوٹ میں گزاریں گے۔ تیز رفتار ویگن نے ہمیں دو گھنٹے میں بالاکوٹ پہنچا دیا۔ اگرچہ مانسہرہ سے بالاکوٹ تک کی سڑک بہت اچھی ہے لیکن اس میں اس قدر مسلسل موڑ آتے ہیں کہ انسان گھن چکر بن کر رہ جاتا ہے۔ اس سفر کے دوران سب سے اونچا مقام بڑاسی اور جنگل اور منگل ہے جس کے بعد پھر اترائی شروع ہوجاتی ہے اور بالاکوٹ نسبتاً نیچی جگہ پر ہے۔ یہ ایک وادی ہے جس کے تین طرف پہاڑ ہیں اور ایک طرف دریائے کنہار ہے۔

بالاکوٹ کا شہر تاریخی اہمیت کا حامل ہے اور ہماری تاریخ آزادی میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ یہاں پر سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کا مزار ہے۔ رات ہم نے ہوٹل میں گزاری اور دن بھر کی تھکان اتاری۔ ہماری اگلی منزل ناران تھی جو کہ بالاکوٹ سے قریباً 70 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور تقریباً 5 گھنٹے کا سفر ہے۔ بالاکوٹ سے ناران کے لئے جیپ یا پک اپ مل جاتی ہے۔ سفر کیسا تھا اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہم پک اپ میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں سے باہر بہت کم نظر آتا ہے لیکن جس قدر میرا اندازہ ہے جو میں لوگوں سے سن کر گیا تھا اس کے مقابلے میں یہ سفر نہایت آسان تھا۔ نہ تو دریائے کنہار کسی جگہ سے نالی کی طرح نظر آیا اور نہ ہی سڑک کی چوڑائی بہت کم تھی۔

ناران ایک خوبصورت اور مختصر سا شہر ہے جس کے کنارے پر دریائے کنہار بہہ رہا ہے۔ یہاں سے سیف الملوک، لالہ زار اور بابوسر وغیرہ کے لئے راستے نکلتے ہیں۔ سیاحوں کے لئے ٹھہرنے کے لئے بہت اچھا انتظام ہے۔ شہر میں چار پانچ اچھے ہوٹل موجود ہیں۔ اس کے علاوہ شہر سے دو کلومیٹر پہلے ایک یوتھ ہوٹل بھی ہے اور ساتھ ہی ایک ریسٹ ہاؤس بھی ہے جس کی بکنگ ایبٹ آباد سے ہوتی ہے۔

30 جون کو تقریباً 30۔1 بجے دن کے وقت ناران اتر گئے۔ کچھ دیر ایک ہوٹل میں ستائے اور **کھانا کھایا اور چائے پی۔ ابھی چائے کی پیالی پوری** ختم نہیں ہوئی تھی کہ محمود اشرف نے ہمیں حکم سنایا کہ "آج کی رات سیف الملوک میں بسر کی جائے گی"۔ یہ بات ہمارے پہ ایک بم کی طرح گری خصوصاً میرے اوپر۔ وجہ ایک تو یہ تھی کہ اس دن کا امیر میں تھا اور یہ دن گزارنے کے لئے میرے کافی منصوبے تھے لیکن محمود بھائی کی اس بات سے میں

کچھ لمحے کے لئے سن ہوگیا۔ جب اس صدمے سے باہر نکلا تو احتجاج کرنے کی کوشش کی "محمود بھائی! آج کا امیر تو......." انہوں نے جواب دیا کہ "چلو چلو جلدی کرو"۔ ان کا جلال دیکھ کر میں نے غنیمت جانا کہ شکر ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ سیف الملوک کے کنارے اگر وہ یہ کہتے کہ رات ہم نے سیف الملوک کے اندر گزارنی ہے تو ہم کیا کرسکتے تھے۔

قریباً 32۔ 3 منٹ پر ہم ناران شہر سے سیف الملوک کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً 20 منٹ کے خوفناک راستے اور چڑھائی کے بعد جس نے ہمیں بہت تھکا دیا تھا ڈیڈ اینڈ آگیا۔ اب ہم حیران کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیا ہوا۔ یہ کس طرف نکل آئے۔ ایسے میں ایک بھلے مانس نے بتایا کہ جھیل کا راستہ ساتھ والا تھا۔ اپنے آپ اور ایک دوسرے کو کوستے ہوئے ہم واپس ناران پہنچے اور اس کے بعد بڑی تفتیش اور دیکھ بھال کے بعد جھیل کا راستہ لیا۔ اس کاروائی میں تقریباً 45 منٹ ضائع ہوگئے۔ اس طرح تقریباً ہم چار بجے ناران سے سیف الملوک جھیل کے لئے روانہ ہوئے۔

یہ سفر ہم نے پیدل طے کرنا تھا۔ چنانچہ بیگ اور سوٹ کیس ہوٹل میں رکھ دیئے اور خود صرف سلیپنگ بیگ اور ٹینٹ اور کچھ ضروری اشیاء لے کر عازم سفر ہوئے۔ موسم کے آثار بتا رہے تھے کہ کسی لمحے بھی بارش ہوسکتی ہے اس خطرے کے پیش نظر ہم نے کچھ شاپرز خرید کر رکھ لئے تاکہ بوقت ضرورت رین کوٹ کا کام دے سکیں۔ چنانچہ ہم چار بجے جھیل کے لئے نکل پڑے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ہم نے سامنے آنے والے ایک بندے سے پوچھا کہ "جی جھیل کتنی دور ہے؟" تو اس نے جواب دیا کہ "جی اے نال ای اے" (جی ساتھ ہے)۔ ہم بڑے خوش اور حیران ہوئے کہ 6 میل کا راستہ ہم نے اتنی تیزی سے طے کرلیا۔ ہم تو دنیا کے بڑے بڑے ہائیکرز اور ٹیچرز سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگلے چار گھنٹے تک جس سے بھی راستہ پوچھا اس نے جواب دیا کہ "جی اے نال ای اے"۔ مطلب یہ کہ کبھی وقت اور فاصلوں کے بارے میں وہاں کے مقامی باشندوں کی بات پر اعتبار نہ کریں کیونکہ ان کے پیمانے ہمارے ہاں کے پیمانوں سے کافی مختلف ہیں۔ ان کے نال کا مطلب ہے کہ ہمارے کم از کم دو گھنٹے۔ بہرحال!

ناران سے سیف الملوک کا راستہ بڑا خوبصورت ہے۔ چڑھائی اچانک نہیں ہے بلکہ ہم رفتہ رفتہ بلندی حاصل کرتے ہیں۔ سڑک کے ساتھ جھیل سے نکلنے والا سرد پانی بہہ رہا ہے جو کہ دریائے کنہار میں شامل ہوجاتا ہے۔ سڑک کافی تنگ ہے اور ناہموار ہے اور ناران سے جھیل کا راستہ پورے چھ میل ہے اور پیدل وہاں تک جانے میں تقریباً 30۔ 4 گھنٹے لگ جاتے ہیں جب کہ جھیل کی بلندی 10500 فٹ ہے۔

بہرکیف ہم جھیل کی طرف عازم سفر تھے اور اب وقت ایسا آیا جب جھیل کی طرف سے جیپ کے کاروانوں کی آمد ختم ہوگئی اور فضا میں عجیب

سی پراسراریت طاری ہو گئی۔ سورج دن بھر بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے کے بعد پہاڑوں کے پیچھے روپوش ہو رہا تھا۔ راستہ میں مختلف چیزوں کے لفافے اور خالی ڈبے دن کے وقت اس راستے پر گزرنے والوں کی نشاندہی کر رہے تھے اور اس راستہ میں بس یہی زندگی کے آثار تھے۔ کبھی کبھی پہاڑی عورتیں اور بچے بھی بھیڑوں اور بکریوں کے غلے اپنے گھروں کی طرف ہانکتے ہوئے دکھائی دیتے۔

ہمیں چلتے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ ہمیں یہ سفر طے کرنے میں کافی وقت لگ رہا تھا۔ اس کی متفرق وجوہات تھیں۔ ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس سے پہلے بہت کم مواقع ہماری زندگیوں میں آئے تھے جس میں ہمیں اتنا چلنا پڑا ہو۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ میرے کزن محمود احمد عاطف ماشاءاللہ بہت اچھی صحت کے مالک ہیں اور اس سفر کے دوران وہ اس پالیسی پر گامزن تھے کہ

چلے تو کٹ ہی جائے گا سفر آہستہ آہستہ (مگر بہت آہستہ)

کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں اور محمود اشرف کافی آگے نکل جاتے اور جب پیچھے مڑ کر دیکھتے تو خراماں خراماں چلتے ہوئے محمود احمد عاطف دکھائی دے جاتے، اس ستارے کی طرح جو کبھی کبھی اپنی روشنی دکھا کر غائب ہو جاتا ہے۔ تب ہم ان کے انتظار میں رک جاتے تاکہ وہ ہم سے آملیں لیکن محمود عاطف کی ایک خوبی یہ ہے کہ ان کو بلندیوں سے ڈر نہیں لگتا۔ میں اور محمود بھائی ہمیشہ پہاڑ کے ساتھ لگ کر چلتے تاکہ کہیں نیچے کھڈ میں نہ جا گریں اور محمود عاطف ہمیشہ کنارے پہ چلتے تاکہ.... (یا شاید راستہ ہی تنگ ہو جاتا تھا)۔

ہمیں ناران سے نکلے ہوئے تین ساڑھے تین گھنٹے ہو چکے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ منزل ہم سے آگے آگے بھاگ رہی ہے۔ سورج مکمل طور ڈوب چکا تھا اور اب فضا میں رات کا دھندلکا طاری ہو رہا تھا۔ ہم سب تنگ آچکے تھے۔ ایک موڑ مڑا، دوسرا موڑ مڑا، تیسرا موڑ مڑا، چوتھا موڑ.......... اور ایک اور موڑ مڑا تو اچانک ہماری آنکھوں کے سامنے ایک منظر آگیا جسے ہم کبھی نہیں بھول سکیں گے۔

تین طرف سے پہاڑوں سے گھری ہوئی جھیل جس کے ساتھ دو خیمے لگے ہوئے تھے جن کے ساتھ CRATES پڑے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی روشنی میں جھیل اس قدر خوبصورت لگ رہی تھی کہ شاید قلم اس منظر کی تصویر کشی نہ کر سکے۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ گزشتہ دو دنوں کی تمام تھکاوٹ اتر گئی اور ہمارے حلقوں سے بے اختیار نعرہ نکل گیا اور ہم جھیل کی طرف دوڑ پڑے۔ خیمے جو دن کے وقت ریسٹورنٹ کا کام دیتے تھے میں سے دو بچے نکلے جو ہماری طرف اس طرح سے دیکھ رہے تھے جیسے ہم کوئی پاگل ہیں جو اس وقت یہاں آنکلے ہیں۔ ہم اس پیاسے کی طرح جھیل کے کنارے پر کھڑے تھے جسے بہت عرصے بعد پیاس بجھانے کے لئے پانی میسر آیا ہو۔ معلوم نہیں ہم کتنی دیر تک اس بے خودی کے عالم میں کھڑے رہے۔ ہمیں اس وقت

پتہ چلا جب پیچھے سے کسی نے آواز لگائی کہ "بارش ہو رہی ہے۔ ٹھنڈ لگ جائے گی۔ جھیل کل دیکھ لینا"۔ اس وقت ہمیں احساس ہوا کہ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی ہے۔ اس وقت ہمیں ٹھنڈ، شدید ٹھنڈ کا احساس ہوا۔ کچھ دیر کے بعد ہم نے کھانا کھایا اور خیمے لگانے کے لئے مناسب جگہ کی تلاش شروع کردی۔ خیموں سے دور ہٹ کر ہم نے جھیل کے بالکل سامنے اپنا خیمہ نصب کرنے کی کوشش شروع کر دی اور بڑی ٹامک ٹوئیوں کے بعد خیمہ لگانے میں کامیاب ہوسکے کیونکہ یہ ہمارا خیمہ لگانے کا پہلا تجربہ تھا۔ ہتھوڑا کیل کے بجائے ہاتھ پر لگتا تھا۔ کبھی موم بتی ہوا سے بجھ جاتی تھی۔ جب آدھ گھنٹے کی کوشش کے بعد خیمہ لگا اور اندر جانے کی کوشش کی تو اندر جانے کی جگہ نہ ملے۔ معلوم ہوا کہ خیمہ الٹا لگ گیا ہے۔ دوبارہ خیمہ اتار کر سیدھا نصب کیا اور اندر سلیپنگ بیگز بچھائے اور نماز ادا کر کے سوگئے۔ رات کو شدید ٹھنڈ کی وجہ سے کئی دفعہ میری آنکھ کھلی اور ٹھنڈ سے بچاؤ کے لئے جوتے، جیکٹیں، جرابیں، ٹوپیاں غرض کہ جو چیز میسر تھی اپنے اوپر ڈال لی تاکہ ٹھنڈ کا علاج کیا جاسکے لیکن بے فائدہ اور ایک اذیت ناک رات گزارنے کے بعد صبح 5.00 بجے کے قریب ہم نے خیمہ اکھاڑا۔ نماز ادا کی اور جھیل کی طرف دیکھا۔ اس وقت جھیل اپنے پورے جوبن پر تھی۔ جوں جوں سورج طلوع ہو رہا تھا جھیل بھی اپنے رنگ تبدیل کرتی جا رہی تھی۔ کبھی نیلا اور کبھی ہلکا نیلا، کبھی سبز، کبھی ہلکا سبز اور کبھی گہرا سبز اور جب

سورج ذرا اور بلند ہوا تو ایک اور منظر نظروں کے سامنے تھا۔ جھیل کے اوپر کا تمام منظر من و عن جھیل میں منعکس ہو رہا تھا اور یہ ریفلکشن اس قدر عمدہ اور بے مثال تھی کہ اگر کوئی شخص جھیل کے جنوب والی پہاڑی کی چوٹی سے نیچے اترنا شروع کرتا تو وہ جھیل میں داخل ہوجاتا۔ ہم نے اپنے کیمرے نکال لئے اور اس دلفریب منظر کو اپنے کیمروں میں قید کرلیا۔ تقریباً آدھ گھنٹے تک منظر اسی طرح رہا اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے پانی کی سطح پر گراف بن گیا ہو اور پہاڑوں اور سورج کا عکس پانی میں سے چھن چھن کر باہر آرہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد یہ منظر بھی معدوم ہوگیا اور اب پانی نے گہرا سبز رنگ اختیار کرلیا اور پہاڑوں پر جمے ہوئے برف کے ٹکڑے پانی میں اس طرح سے دکھائی دے رہے تھے جیسے پریاں ہاتھ پھیلائے کھڑی ہوں اور پھر یہ منظر مستقل ہوگیا اور صبح سے جھیل کے پانی اور عکسوں کے درمیان جو آنکھ مچولی جاری تھی وہ ختم ہوگئی۔ تقریباً ساڑھے سات ہوچکے تھے اور ناران سے جیپوں کے قافلوں کی آمد شروع ہوگئی۔ ہم جھیل کے کنارے پر لگی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور جھیل کا نظارہ کرتے رہے۔ ناشتہ کیا اور اس کے بعد صلاح ٹھہری کہ تھوڑی سی گھڑسواری کرلی جائے۔ مجھے تو کچھ نہ کچھ گھڑسواری آتی تھی لیکن میرے بقیہ ساتھی اس فن سے نابلد تھے چنانچہ ہم نے 15، 15 روپے فی کس دے کر تین کرائے کے ٹٹو بمع ان کے مالکوں کے حاصل کئے اور ان پر بیٹھ گئے۔ میرے دونوں ساتھی تو خیر

اپنے ٹٹوؤں اور اپنے مالکوں کے ساتھ خوش تھے کیونکہ مالکوں نے ٹٹوؤں کی باگیں پکڑی ہوئی تھیں اور وہ اسے چلا رہے تھے۔ اپنے ٹٹو کو میں نے خود چلانے کی کوشش کی۔ چوتھی جماعت سے لے کر......تک جتنی تیکنیکیں گھوڑا چلانے کے لئے سیکھی تھیں وہ فیل ہوگئیں اور ٹٹو وہیں رہا جہاں تھا۔ اس دوران میرے ساتھی اپنے گھوڑوں پر مالکوں کے ساتھ واپس جھیل تک میرے سے آملے۔

سیف الملوک چھوڑنے سے پہلے ہمارے ذہن میں وہ حسین و خوبصورت مناظر نقش ہو چکے تھے جو تاحیات ہمیں اس حسین جھیل کی یاد دلاتے رہیں گے۔

ناران واپسی کا راستہ ہم نے نسبتاً جلدی طے کیا اور 5.00 بجے ناران پہنچ گئے اور وہاں سے ویگن میں بیٹھ گئے جس نے ہمیں رات کے 9.00 بجے کیوائی اتار دیا جہاں ہم نے ایک ہوٹل کے احاطے میں اپنا خیمہ لگا دیا۔

کوائی ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کی اہمیت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہاں سے شوگران کی طرف راستہ جاتا ہے۔ شوگران کوائی سے تقریباً 15 کلومیٹر دور اور 2000 فٹ زیادہ بلند ایک خوبصورت ٹورسٹ سپاٹ ہے جہاں چند اعلیٰ ہوٹل، دو تین ریسٹ ہاؤس اور چند دکانیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں آبادی بہت کم ہے۔ شوگران دراصل وادی کاغان اور وادی کشمیر کا حسین امتزاج ہے۔ اس میں کشمیر کی سرسبزی و شادابی اور کاغان کا ملکوتی حسن دونوں باہم ملتے ہیں۔ یہ ذہنی سکون پہنچانے کے لئے ایک نہایت اعلیٰ جگہ ہے۔ ہم نے تقریباً ڈیڑھ دن شوگران میں گزارا اور اور جی بھر کے سیر کی اور فوٹو گرافی سے لطف اندوز ہوئے۔ 4 جولائی کو ہم نے واپسی کی راہ لی اور مانسرہ اور مری سے ہوتے ہوئے تقریباً 26 گھنٹوں کے مسلسل سفر کے بعد 5 تاریخ کو صبح دس بجے واپس اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ جب گھر پہنچے تو گھر والوں نے ہمیں پہچاننے سے انکار کردیا......عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ

سفر وسیلہ ظفر

لیکن مجھے اس ٹرپ نے یہ سبق سکھایا ہے کہ

SUFFER وسیلہ ظفر

انگریزی والا سفر یعنی مشکلات اور مصائب والا سفر وسیلہ ظفر ہوتا ہے۔ جب تک سفر میں مصائب اور مشکلات نہ ہوں وہ انسان کو کوئی فیض نہیں پہنچا سکتا۔

اگر میں مدیر خالد ہوتا

قارئین خالد کی قلمی اور ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے ایک انعامی مضمون نویسی کے مقابلہ کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ عنوان ہے "اگر میں مدیر خالد ہوتا" یہ مضمون آپ کی پسند، آپ کے معیار کہ رسالہ خالد میں آپ کیا چاہتے ہیں اور اسے کیسا ہونا چاہیئے اس کا آئینہ دار ہونا چاہیئے۔ مضمون ہمیں 31 جولائی تک دفتر میں پہنچ جانا چاہیئے۔ (مدیر خالد)

قسط نمبر 8

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

HOW THE WEST WAS WON

تلخیص و ترجمہ: پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

نوٹ کرو کہ جونہی کوئی دوسرا آدمی دستیاب ہو اسے جیتھرو کی جگہ رکھ لو"۔

کنگ اب جیتھرو کی طرف مڑا اور غصے سے بولا "تمہاری خدمات بھینس کے شکار کے لئے حاصل کی گئی تھیں تاکہ ان کاریگروں کو گوشت کی سپلائی ملتی رہے۔ تمہیں ان لاشوں کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟" پھر اس نے اپنے سیکریٹری سے کہا "یہ بات

اب وہ لوگ اس مقام تک پہنچ گئے تھے جہاں ریلوے لائن بچھانے کا موجودہ مرحلہ مکمل ہونا تھا۔ گزشتہ روز لائن اس مقام سے تیس میل دور تھی اور آنے والی رات کو اس جگہ پر موجودہ کام کا آخری حصہ انجام پائے گا۔ اس کے بعد ریلوے لائن بچھانے کا کام اگلے مقام پر منتقل ہو جائے گا۔ لائن کا مقام بدلنے کے ساتھ ایک پورا عارضی شہر بھی حرکت میں آجاتا تھا اور

یہ شہر کا شہر ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں اکھیڑا جاسکتا تھا۔ اس میں ریلوے کے کارکن ہی رہائش پذیر ہوتے تھے جن کا کوئی ایک ٹھکانہ نہیں تھا اور یہ شہر درجن بھر بڑے اور پچاس چھوٹے خیموں پر مشتمل تھا۔ البتہ خیموں کے ان باسیوں میں کچھ اور لوگ بھی شامل تھے اور وہ تھے نیلی وردیوں والے فوجی نوجوان جن کے بغیر ریلوے لائن ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ یہ فوجی ان کارکنوں کی حفاظت پر معمور تھے اور ان کا کمانڈر تھا......... لیفٹیننٹ زیب رالنگز!۔

بہادر باپ کا بہادر بیٹا

زیب رالنگز رات کے وقت اپنے خیمے سے باہر نکلا۔ وہ کھلی فضا میں کھڑا تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اس کے چہرے کو چھو رہی تھی۔ اس کا مشرق کی

جانب واپس لوٹنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ویسے اپنے بھائی یرمیاہ کے ساتھ اس کی وقتاً فوقتاً خط و کتابت چلتی رہتی تھی۔ یرمیاہ اپنے فارم پر خوش کام اور خوش حال تھا اور زیب صرف اور صرف مغرب میں دلچسپی رکھتا تھا۔

زیب نے اپنے سامنے پہاڑیوں کی طرف دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہاں پر ہندی موجود ہیں اور رات دن ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ لوگ صرف اسی پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ کبھی نہ کبھی ضرور اس کے آدمیوں پر حملہ آور ہوں گے۔ زیب آہستہ آہستہ خیموں کی بستی کی طرف واپس ہوا۔ وہاں سے موسیقی کی آواز آرہی تھی لیکن اس نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دی۔ ماضی میں زیب تین برس بارڈر پر گزار چکا تھا اور ان تین سالوں نے اس کی عادت پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ مثلاً وہ بہت کم الفاظ استعمال کرتا تھا اور ہر وقت چوکنا رہتا تھا۔

وہ اس خیمے میں داخل ہوا جہاں مشروبات کے سٹال کا انتظام تھا۔ وہاں ہر طرف لوگ ہی لوگ موجود تھے۔ سامنے ایک لڑکی کوئی طربیہ گیت گا رہی تھی۔ اتنے میں ریلوے کا ٹھیکیدار مائک گنگ آیا اور زیب کے پاس آکھڑا ہوا۔ گنگ نے پوچھا "تم نے دو آدمی دیکھے ہیں جنہیں آج ہندیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا"۔ زیب نے جواب میں کہا "ہم نے انہیں دفن کر دیا ہے"۔ "تمہارا کام ہندیوں سے جنگ کرنا ہے"۔ اس پر زیب نے جواب دیا "وہاں پر دو سو ہندی تھے جب کہ میرے پاس صرف بیس آدمی تھے۔ بہرحال میں صرف تمہیں خوش کرنے کے لئے "ایرا پاہو" ہندی قبیلہ سے جنگ نہیں چھیڑوں گا"۔ اس پر گنگ نے بگڑتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے کہ میں تمہارے کرنل کو تار بھیجوں۔ وہ تمہیں بتائے گا کہ تمہیں کس کو خوش کرنا ہے"۔ اس پر زیب نے اپنی جیب سے ایک برقیہ (ٹیلی گرام) نکالا اور گنگ کو پکڑاتے ہوئے کہا "میں نے کرنل کو رپورٹ بھیج دی ہے۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کاروائی سے خوش ہے۔ اگر تم ایک قبیلے سے جنگ چھیڑو گے تو کئی اور ہندی قبیلے اس کی مدد کو پہنچ جائیں گے"۔

زیب کے کوٹ کی اندر والی جیب میں ایک خط بھی تھا جو یرمیاہ نے لکھا تھا۔ اس نے کچھ اور جائداد خریدی تھی اور زیب کو لکھا تھا "یاد رہے کہ اگر تم واپس گھر آنا پسند کرو تو ہر چیز کے نصف کے تم مالک ہو گے۔ روتھ اور بچے تمہیں بہت بہت سلام کہتے ہیں"۔ یرمیاہ نے ایک لڑکی روتھ سے شادی کر لی تھی اور اس کے دو بچے تھے۔

زیب پہلی بار ایسی زندگی کے بارے میں سوچنے لگا جس سے فوج کا کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے افسران کے ذریعہ گنگ اس پر بہت دباؤ ڈال سکتا تھا۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ چند ہی دنوں میں اسے کرنل کی طرف سے شدید سرزنش ہو گی بالکل اسی طرح جس طرح کہ کرنل کو اس کے جنرل کی طرف سے ہو گی۔

اصل قصہ یہ تھا کہ جنرل ریٹائرمنٹ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے پہلے سے ہی سول ملازمت ڈھونڈنا شروع کر دی تھی کیونکہ اس کی پینشن اس کے کنبہ کی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ اس لئے ریلوے میں اعلیٰ اختیار کی ملازمت اس کے سارے مسائل حل کر سکتی تھی۔ زیب کو اس بات کا تھوڑا بہت علم تھا نیز مالک کنگ اپنا ہر کام نکلوانے کے لئے پیسے اور تعلقات کا بے دریغ استعمال کرنے کا عادی تھا اور اس سلسلہ میں وہ برے بھلے میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتا تھا۔

دوسری طرف زیب واضح نظر و فکر کا مالک تھا جس نے سرحد پر کئی معاملات کا تجربہ حاصل کر رکھا تھا۔ اس کے دماغ میں گڈمڈ مسائل کا کوئی انبار نہیں تھا اور مدت ہوئی وہ فرض کی عمدہ ادائیگی کی خاطر ذاتی مفاد کی قربانی کرنا سیکھ چکا تھا۔ اب اس کا ہندی قبیلہ ایراپاہو کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا۔ اس صورت میں اگر ان کو مزید پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی گئی تو وہ جنگ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ معصوم جن کا ریلوے لائن کے کاروبار کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں یونہی مارے جائیں گے۔

کچھ دیر بعد جب مشروبات کے سٹال پر زیب کا آمنا سامنا جیتھرو سے ہوا تو جیتھرو نے کہا "تمہارا نام رانگز ہے اور تمہارا تعلق اوہائیو سے ہے۔ والد کا نام لائنس ہوگا؟"۔ زیب نے حیرت سے ہاں میں جواب دیا تو جیتھرو نے مصافحے کی خاطر اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میں تمہارے والد کو جانتا ہوں۔ جو لڑکی یہاں گیت گاتی ہے وہ میری بیٹی جولی ہے"۔

زیب نے کہا "میرے والد آپ کا ذکر کیا کرتے تھے؟"۔ "کیا کرتے تھے کیا مطلب؟" "وہ شلوہ کے مقام پر دشمن کے ہاتھوں مارے گئے"۔ "مجھے یقین ہے لائنس ہل چلاتے ہوئے مرنے کی بجائے اس بہادری کی موت کو ترجیح دیتا تھا"۔

جب زیب خیمے سے باہر نکلا تو وہ تھک چکا تھا۔ اس نے باہر کی کھلی فضا میں سانس لیا۔ اس کے دل میں یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش وہ اپنی ماں کی وفات سے پہلے گاؤں واپس پہنچ گیا ہوتا۔ اس کی ماں جولی کو اس کی دلہن کے طور پر دیکھ کر بہت خوش ہوتی!!

کچھ الجھنیں

جولی نے تیز ہوا کی وجہ سے اپنے آپ کو ایک لمبے سے چغے میں لپیٹ لیا اور وہ تازہ ہوا کے لئے اپنے خیمے سے باہر نکلی۔ دفعتاً اس نے زیب کے قدموں کی چاپ سنی اور اس نے بھانپ لیا کہ وہ تھکا ہوا ہے۔ اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ وہ کچھ پریشان تھا۔ یہی پریشانی اسے اپنے والد جیتھرو کے چہرے پر بھی نظر آئی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ پریشانی ہندیوں سے متعلق تھی۔

زیب اس کے پاس آ کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ "زیب تم کس بات کے بارے میں سوچ رہے ہو؟" "میرا خیال ہے میرے دماغ پر کوئی بوجھ سا ہے۔ ایک آدمی جسے آج ہم نے وہاں پر دفن کیا تھا مجھے میری والدہ کی یاد دلاتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کیوں؟ لیکن اس کے چہرے پر ایسی ہی علامت تھی"۔ "تمہاری والدہ کیسی تھیں؟" "کیسی؟ وہ بہت مہربان تھیں اور انہیں اراضی سے بہت پیار تھا۔ انہیں اپنے کنبے سے بھی بہت محبت تھی"۔ "اور تمہارے والد کیسے تھے؟" "میرا خیال ہے میرے جیسے تھے اور تمہارے والد سے بھی بہت ملتے جلتے تھے۔ جب ہم عمر کے لحاظ سے بڑے ہو جاتے ہیں تب ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہمارے والدین کی بھی کچھ امیدیں تمنائیں اور خواہشات ہیں۔ کچھ ان کہے خیالات بھی...... حقیقت کی دنیا میں کئی الجھنیں سامنے آتی ہیں جیسا کہ اس وقت مجھے صورت حال پیش ہے"۔ جولی نے پوچھا "اس وقت؟" زیب نے جواب دیا "مجھے فوج کی ملازمت بے حد پسند ہے لیکن اب جس قسم کے حالات سامنے آ رہے ہیں ممکن ہے میں اپنے عہدے سے مستعفی ہو جاؤں"۔ "کیا اس کا سبب کنگ ہے؟" "ہاں ایک لحاظ سے ہے"۔ "لیکن تم اس بات کو اتنا محسوس کیوں کرتے ہو؟" "ایک بات تو یقینی ہے۔ مانک کنگ اور میرے درمیان اختلافات ہیں اور مانک اس لئے جیت جائے گا کہ وہ سیاسی اثر و رسوخ استعمال کر سکتا ہے"۔ جولی نے پوچھا "اگر تم نے فوج چھوڑ دی تو کیا کرو گے؟"

"میں مغرب کی جانب چلا جاؤں گا۔ ممکن ہے میں وہاں کوئی فارم لے لوں۔ ہمارا سارا کنبہ مغرب کی جانب جانا چاہتا ہے سوائے یرمیاہ کے"۔ زیب نے جولی کو پہلے ہی یرمیاہ اور خالہ للی کے متعلق بتا رکھا تھا۔ جب مانک کنگ کے ساتھ اس کے اختلافات بڑھے تو اس کا ذہن اپنی خالہ کی طرف بھی گیا تھا کیونکہ اس کا خالو کلیوویلن بحرالکاہل کے ساحل پر ریلوے کا ایک بہت بڑا افسر تھا لیکن اس کا یہ ارادہ ہر گز نہیں تھا کہ وہ اپنے خالو کا اثر و رسوخ استعمال کر کے کام میں لائے۔ زیب رالنگز ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی جنگ آپ لڑتے ہیں اور اپنی شکست خود قبول کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد زیب پھر بولا "میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ میں نے بھی ایک دو بار فارم بنانے کے متعلق سوچا ہے۔ مغرب کی طرف زمین مل سکتی ہے اور میرے اندر زمین کے لئے محبت موجود ہے۔ میرے خیال میں مجھے یہ چیز ماں کی طرف سے ملی ہے۔ البتہ اگر میں فوج میں چل سکا تو اسے ہی ترجیح دوں گا ہر چند کہ یہاں ترقی کی رفتار بہت کم ہے۔

یار تیز گام

جہاں پر ریلوے لائن کا خاتمہ ہوتا تھا لیفٹیننٹ زیب اپنی گشتی پارٹی اسی علاقہ میں لئے جا رہا تھا۔ وہ جہاں جہاں بھی گیا اسے ٹٹوؤں کے پاؤں کے نشان ملے۔ یہ ہندیوں کی جنگی پارٹیاں تھیں۔

ایک پہاڑی کی چوٹی پر گھوڑے کو روک کر اس نے علاقے کا جائزہ لیا اور اپنے سارجنٹ سے کہا "کیا تم نے گزشتہ دو دنوں میں جیتھرو کو کہیں دیکھا ہے؟"
"جی ہاں وہ ادھر ہی ہے گو میری اس سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی"۔

زیب کو بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی ممکن ہے ہندیوں کی یہ گشتی پارٹیاں شکاری لوگ ہوں لیکن ریلوے لائن کے قریب شکار بہت کم تھا جس کا سبب بے پناہ شور اور ہما ہمی تھی۔ اس لئے یہ نشانات شکاری پارٹیوں کے نہیں ہو سکتے تھے۔

بہت سے دوسرے سپاہیوں کی طرح جو سرحد پر ڈیوٹی دیتے رہے تھے زیب میں بھی ہندیوں کے لئے جذبہ ہمدردی پیدا ہو گیا تھا۔ ہندی ایک عمدہ لڑاکا قوم تھی اور سفید آدمی کی آمد سے پہلے اس قوم نے اپنے ارد گرد کے ماحول سے خوب مطابقت پیدا کرلی تھی۔ سفید آدمی کے آنے سے پہلے گھوڑوں سے محروم ہندیوں کے سفر کی مسافت محدود تھی۔ اس زمانہ میں ان کی گاڑیاں کتے کھینچا کرتے تھے اور ان کے ساتھ وہ شکار کا تعاقب کیا کرتے تھے۔ شکار کے علاوہ بیج، گری اور میوہ جات، مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں اور جڑیں ان کی غذا کا لازمی جزو تھیں۔ ان کے افتخار اور شادمانی کا سب سے بڑا ذریعہ دوسرے قبیلوں کے ساتھ جنگ و جدال ہوا کرتا تھا۔

گھوڑے کی آمد نے ان کی طرز زندگی پر انقلابی اثر ڈالا اور ان کے سفر کا دائرہ غیر محدود ہو گیا۔ اس لئے ان کی نظروں میں گھوڑوں کی بہت قدر و قیمت تھی۔ گھوڑوں کا مالک ہونا ان کے لئے اعلیٰ رتبے کا نشان بن گیا تھا۔

گھوڑوں کی دستیابی کے بعد سب سے بڑھ کر سو (SIOUX) قبیلہ نے فتح و ظفر کے میدان میں پیش قدمی کی۔ اگر مغربی علاقہ کی طرف سفید آدمی کی روانگی ذرا تاخیر سے شروع ہوئی ہوتی...... مثلاً اگر کیلی فورنیا کی جانب سونے کے ذخائر کی طرف دوڑ شروع نہ ہوئی ہوتی تو عین ممکن ہے وسیع میدانوں کے ان تند خو گھوڑ سواروں کو منگولوں کی طرح ان کا چنگیز خان میسر آ جاتا۔ منگولوں کی طرح امریکی ہندی بھی بے شمار چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان کے اندر اتفاق و اتحاد کوئی احساس موجود نہیں تھا۔

(باقی آئندہ)

معذور احمدی توجہ فرمائیں

ایسے احمدی احباب (مرد و خواتین) جو پیدائشی طور پر معذور ہوں لیکن اپنی عملی زندگی میں عام انسانوں کی طرح ان کے شانہ بشانہ انہوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی ہو۔ ان احباب کے انٹرویوز ہم رسالہ خالد میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ براہ کرم کوئی معذور دوست خود پڑھیں یا کسی کو ایسے دوستوں کا علم ہو تو وہ ہمیں اس پتہ پر لکھیں بہتر ہوگا کہ اپنے تفصیلی کوائف اور عملی زندگی کی جدوجہد کے بارے میں مکمل پتہ کے ساتھ ہمیں روانہ فرمائیں۔ 15 اگست تک ہمیں خطوط موصول ہو جانے چاہئیں۔

مدیر خالد ایوان محمود پوسٹ کوڈ 35460

آپ کی پسند

ہماری شرط وفا یہی ہے وفا کرو گے وفا کریں گے
ہمارا ملنا ہے ایسا ملنا ملا کرو گے ملا کریں گے
کسی سے دب کے نہیں رہیں گے ہمارا شیوہ نہیں خوشامد
برا کہو گے برا کہیں گے ثناء کرو گے ثناء کریں گے
یہ پوچھنا کیا کہ خط لکھو گے یہ پوچھنے کی نہیں ضرورت
تمہاری مرضی پہ منحصر ہے لکھا کرو گے لکھا کریں گے
ہمارا پینا پلانا کیا ہے ہمارا پینا پلانا یہ ہے
پلاؤ گے تم پلائیں گے ہم پیا کرو گے پیا کریں گے

(سید صہیب احمد۔ حلقہ بیت المبارک، ربوہ)

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

شدت غم سے سلگ اٹھتی ہے جب رات ندیم
لوگ اس وقفہ ماتم کو سحر کہتے ہیں

(طارق محمود ناصر۔ صدر شمالی)

رنگ کی خوبیاں

رنگ آپ کی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔
ماہرین نفسیات کی رائے میں آپ کے محبوب رنگ آپ کی شخصیت اور کردار کے آئینہ دار ہیں۔ نیچے دی ہوئی فہرست سے آپ اپنی شخصیت کا خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

سرخ رنگ۔ خوبیاں۔ پر جوش، پرہمت
گلابی رنگ۔ خوبیاں۔ رنگین طبع، نسوانیت، مستقل مزاج
نارنجی رنگ۔ خوبیاں۔ ملنسار، زندگی سے پر
زرد رنگ۔ خوبیاں۔ دوست نواز، ذہین
بھورا رنگ۔ خوبیاں۔ باریک بین، عملی
ہرا رنگ۔ خوبیاں۔ دنیادار، وضع دار
آسمانی رنگ۔ خوبیاں۔ پر خلوص، رومان پسند
نیلا رنگ۔ خوبیاں۔ حوصلہ مند، دیانت دار
ارغوانی رنگ۔ خوبیاں۔ متوازن شخصیت، پر عزم، جاہ پسند
ہلکا اودا رنگ۔ خوبیاں۔ ذود حس، مستحکم
سبز رنگ۔ خوبیاں۔ ذوق سلیم
سفید رنگ۔ خوبیاں۔ خود اعتمادی، استدلالی
سلیٹی رنگ۔ خوبیاں۔ باشعور، بردباری
کالا رنگ۔ خوبیاں۔ نفاست پسند، لطافت پسند

فریج کے متعلق اہم معلومات

یہ ہمارے گھر کی اہم ضرورت میں شامل ہے۔ اس کے استعمال میں چند باتوں کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ عموماً اس کو زمین سے اونچا ایک لکڑی کے سٹینڈ پر رکھا جاتا ہے جس کے دو فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ لکڑی کا سٹینڈ ہونے کی وجہ سے کرنٹ لگنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کے نیچے سے صفائی وغیرہ آسانی سے ہوجاتی ہے۔ فریج کو جس جگہ رکھا جاتا ہے وہ ایسی جگہ منتخب کی جاتی ہے جہاں پر تازہ ہوا آسانی سے فریج تک پہنچ سکے۔ عموماً فریج کو دیوار سے تین یا چار انچ ہٹا کر رکھا جاتا ہے تاکہ تازہ ہوا فریج کے پچھلے حصہ تک آسانی سے پہنچ سکے۔ ایسا کرنے سے فریج بہتر کارکردگی دکھاتا ہے۔ فریج کو تقریباً پندرہ بیس دن کے بعد صاف کیا جاتا ہے۔ اس کی صفائی کرنے سے پہلے اس کی بجلی کی سپلائی بند کر دی جاتی ہے اور اس کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تاکہ جو برف فریج کے اندر جمی ہوئی ہے وہ پگھل جائے۔ جو برف فریزر میں پگھلتی نہیں اس کو عموماً کسی چیز کی مدد سے نکالا جاتا ہے۔ یہاں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ برف نکالتے وقت کسی نوک دار چیز کو اس طرح استعمال نہیں کرنا چاہیئے جن سے گیس کی ٹیوبوں کو نقصان پہنچے۔ اگر ہم ان باتوں کی احتیاط کریں تو فریج ایک تو بہت اعلیٰ کارکردگی دے گا اور دوسرا زیادہ دیر تک چلے گا۔ (کمال احمد پال۔ وحدت کالونی لاہور)

کھیل کے میدان سے

(مکرم طارق محمود صاحب ناصر۔ صدر شمالی)

کالے گوروں کے دیس میں

ویسٹ انڈیز آسٹریلیا کو شکست دینے کے بعد آج کل برطانیہ کے دورے پر ہے۔ وہاں وہ پانچ ٹیسٹوں کے علاوہ تین ایک روزہ میچ اور کئی سہ روزہ میچ کھیلے گی۔

ون ڈے سیریز میں برطانیہ نے کالی آندھی کا راستہ بڑی آسانی سے روکا اور تین صفر سے شاندار کامیابی حاصل کی۔ ویسٹ انڈیز پہلے ہی پاکستان اور آسٹریلیا سے ایک روزہ میچوں کی سیریز میں شکست کھا چکا ہے۔ چند سال قبل ون ڈے کرکٹ کی بے تاج بادشاہ تصور کی جانے والی ویسٹ انڈیز کی کالی آندھی آج کل سخت زوال کا شکار ہے۔ گذشتہ کھیلے گئے 11 میچوں میں ویسٹ انڈیز صرف ایک میچ جیتنے میں کامیاب ہو سکی ہے۔ سب سے پہلے پاکستان نے تین صفر سے پھر آسٹریلیا نے 4-1 سے اور اب برطانیہ کی نوجوان کرکٹ ٹیم نے بھی تین صفر سے شکست دی۔

کرکٹ کے بڑے پنڈتوں کا کہنا ہے کہ اب سیاہ آندھی کا طوفان بوڑھا ہو چکا ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ہے کہ ایک روزہ میچوں میں قسمت جبکہ ٹیسٹ میچوں میں اچھی کارکردگی ساتھ دیتی ہے۔ ویسٹ انڈیز کا برطانیہ کے خلاف ریکارڈ بہت اچھا رہا ہے 84، 88 میں کھیلی گئی سیریز میں 10 میں سے نو ٹیسٹ ویسٹ انڈیز نے جیتے اور ایک برابری پر ختم ہوا۔

ویون رچرڈز نے ون ڈے سیریز میں اپنی ٹیم کی ناقص کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ویسٹ انڈیز کے شہرہ آفاق کھلاڑی ڈیسمنڈ ھیتز اور گورڈن گرینج ان فٹ ہیں اور دینا کے مشہور اور تیز ترین باؤلر آئن بشپ بھی کمر کی درد کی وجہ سے اس سیریز میں حصہ نہیں لے رہے۔ ساتھ ہی ویون کا کہنا ہے کہ وہ اپنی اس آخری سیریز کو یادگار بنائیں گے۔ لیکن ویون کے اس بیان نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور برطانیہ نے سیریز کا پہلا ٹیسٹ آسانی سے جیت لیا۔ اس ٹیسٹ میں برطانیہ کی طرف سے گوچ اور سمتھ نے شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا دوسری طرف ویون رچررڈ اور ایمبروز نے عمدہ کھیل کا مظاہرہ کیا۔ پہلے ٹیسٹ کی خاص بات برطانیہ کے گرام ہک ہیں جو اپنا پہلا ٹیسٹ کھیل رہے ہیں یاد رہے فسٹ کلاس میں ہک کی کارکردگی ہمیشہ اچھی رہی ہے۔ لیکن وہ پہلے ٹیسٹ میں شائقین کرکٹ کو متاثر نہ کر سکے۔

متفرق

○۔ کاؤنٹی کرکٹ میں پاکستانی کھلاڑی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ سلیم ملک وقار یونس اور وسیم اکرم اپنی اپنی کاؤنٹیز کی جانب سے نمایاں کارکردگی دکھا رہے ہیں۔

○۔ جہانگیر خان نے برٹش اوپن کے بعد اٹالین

اوپن بھی جیت لی ہے۔ انہوں نے فائنل میں آسٹریلیا کے کرس رابرٹسن کو شکست دی۔ اب جہانگیر خان ورلڈ اوپن کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

O۔ فرنچ اوپن ٹینس ٹورنامنٹ میں لینڈل اور بورس بیکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

O۔ جان شیر خان آسٹریلیا کے کرس ڈٹمارک سے ایک نمائشی میچ میں شکست کھا گئے۔

O۔ کینیڈا کے ایتھلیٹ بن جانسن کے نگران کو جرمانہ اور پابندی کی سزا سنائی گئی کیونکہ وہ جانسن کو نشہ آور اشیاء مہیا کرتا تھا۔

O۔ دنیا کی مشہور اور نمبر ایک کھلاڑی مونیکا سیلز نے آسٹریلین اوپن کے بعد فرنچ اوپن ٹینس ٹورنامنٹ بھی جیت لیا۔

قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر

نظام قدرت ثانی کا جب وقت قیام آیا
تو بن کر مظہر اول امام عالی مقام آیا
پر از "نور یقیں" اور نام نورالدین تھا اس کا
وہ عاشق تھا ہر اک لمحہ فنا فی الدین تھا اس کا
وہ کرتا تھا اطاعت حضرت اقدس کی کچھ ایسے
کہ ہر دم "نبض" چلتی ہے نفس کے ساتھ بس جیسے
توکل بر خدا تھا اور حق گوئی میں لاثانی
کسی بد خواہ کی ہرگز نہ اس نے بات کچھ مانی
بہت ہمت سے کی شیرازہ بندی بھی جماعت کی
بہت اس نے حفاظت کی امامت کی امانت کی
حکیم حاذق تھا اس کے پاس تھا ہر درد کا درماں
وفا کا صدق کا پیکر بھی تھا اور حافظ قرآں
بسر ہوتے تھے دن تدریس میں اور درس میں اس کے
سکوں پاتے تھے طالب اور معارف درس میں اس کے
سکون دل کی خاطر آگیا وہ قادیاں میں جب
لٹادی جان و مال و آبرو راہ خدا میں سب
رہ عشق و وفا میں سب رفیقوں میں وہ اول تھا
ہوئی جب بیعت اولیٰ تو اس میں بھی وہ اول تھا
سلام اس پر سنبھالی جس نے کشتی ناخدا ہو کر
سلام اس پر گزاری عمر جس نے با وفا ہو کر

(محترمہ شاکرہ صاحبہ۔ ربوہ)

خریداران سے درخواست ہے کہ اپنے پتہ کی تبدیلی کی اطلاع فوری طور پر دیا کریں۔ تاکہ آپ کا پرچہ ضائع نہ ہو۔ (مینجر)

اخبار مجالس

(مرتبہ: مکرم ظہیر احمد خان صاحب تسنیم)

ضلع لاہور

5 تا 12 اپریل ہفتہ خدمت خلق منایا گیا جس میں 22 خدام اور 8 اطفال نے گلاب دیوی ہسپتال میں مریضوں کی عیادت کی اور دودھ کے ساٹھ پیکٹ اور بسکٹوں کے 100 ڈبے مریضوں میں تقسیم کئے گئے۔ دو فری میڈیکل کیمپ لگائے گئے جن میں تین ڈاکٹرز اور چار ڈسپنسرز نے قریباً 389 مریضوں کا علاج کیا اور 603 روپے کی ادویات مریضوں کی فری دی گئیں۔ دوران ماہ 10 بوتل خون بطور عطیہ دیا گیا۔

ماہ اپریل میں ضلعی سطح پر ایک کرکٹ ٹورنامنٹ کروایا گیا جس میں ضلع کی سات مجالس کے 108 کھلاڑیوں نے شرکت کی۔ فاتح ٹیم کے لئے رننگ ٹرافی بطور انعام رکھی گئی تھی جو گلشن پارک کی مجلس نے جیت لی۔

دوران ماہ تین وقار عمل ہوئے جن میں 120 خدام نے نو گھنٹے دارالذکر میں صفائی وغیرہ کی۔

گنج مغلپورہ: ماہ اپریل میں قائد صاحب مجلس اور آپ کی عاملہ نے مجلس کے تمام حلقہ جات کا دورہ کیا اور اس سلسلہ میں مجموعی طور پر 260 کلو میٹر سفر طے کیا۔

دوران ماہ 16 خدام اور 16 اطفال نے دو ہسپتالوں میں مریضوں کی عیادت کی اور مریضوں میں دودھ، بسکٹ اور جوس تقسیم کئے گئے۔

ضلعی کرکٹ ٹورنامنٹ میں مجلس ہذا کی 15 کھلاڑیوں پر مشتمل ٹیم نے شرکت کی۔ دوران ماہ 6 وقار عمل ہوئے جن میں 92 خدام، 21 اطفال اور 5 انصار نے شرکت کی اور ساڑھے بارہ گھنٹے کام کیا۔

گلشن پارک: ماہ مارچ میں دو وقار عمل ہوئے جن میں 46 خدام نے 6 گھنٹے کام کیا۔ 28 مارچ کو جلسہ یوم مصلح موعود منعقد ہوا جس میں 63 خدام شامل ہوئے۔ مرکز میں ہونے والی داعیان خصوصی کی کلاس میں 15 داعیان نے شرکت کی۔

دوران ماہ 128 مریضوں کا مفت علاج کیا گیا اور ایک خون کی بوتل دی گئی۔ دوران ماہ ایک تفریحی ٹرپ ہوا جس میں 11 خدام شامل ہوئے اور اس میں 24 کلو میٹر سائیکل سفر کیا گیا۔

فیکٹری ایریا شاہدرہ: ہفتہ خدمت خلق کے دوران ایک فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس میں 99 مریضوں کو 800 روپے کی ادویات دی گئیں۔ اس سے غیر از جماعت دوستوں نے بہت اچھا اثر لیا۔

کوٹ لکھپت: ماہ اپریل میں ایک وقار عمل ہوا جس میں 10 خدام اور 7 اطفال نے 150 فٹ لمبا اور 25 فٹ لمبا راستہ درست کیا۔

دوران ماہ ایک مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں 26 مہمانوں نے شرکت کی۔

ضلع کراچی

ملیر: 22 مارچ کو معتمدین حلقہ جات کا

ریفریشر کورس منعقد ہوا جس میں جملہ حلقہ جات کے معتمدین نے شرکت کی۔

5 تا 12 اپریل ہفتہ خدمت خلق اور ہفتہ تربیت منایا گیا۔ 18 خدام نے مختلف ہسپتالوں میں مریضوں کی عیادت کی اور 81 مریضوں میں 550 روپے کے پھل تقسیم کئے۔

عید کے موقع پر قائد صاحب کے ہمراہ 4 خدام نے 6 غریب احمدی خدام کے گھروں میں جا کر ملاقات کی اور مٹھائی وغیرہ پیش کر کے انہیں عید کی خوشیوں میں شریک کیا۔

ہفتہ تربیت کے تحت خدام کو نماز تہجّد، نماز تراویح کی طرف توجہ دلائی گئی۔ نماز باترجمہ اور تلاوت قرآن کریم سکھائی گئی۔ روزوں کے مسائل سے آگاہ کیا گیا۔

یکم مئی 1991ء کو کراچی سے 125 کلو میٹر دور کینجھر جھیل پر ایک پکنک منائی گئی جس میں 62 خدام اور 54 اطفال اور 16 انصار شامل ہوئے۔ سفر بسوں کے ذریعہ طے کیا گیا۔

محمود آباد: 5 واں عبدالغفار میموریل کرکٹ ٹورنامنٹ "91" مجلس ہذا کے فضل عمر کرکٹ کلب نے بہتر اوسط کی بنیاد پر جیت لیا۔ اس ٹورنامنٹ میں 10 ٹیموں نے شرکت کی۔

یکم مئی کو بیت الحمود میں اجلاس منعقد ہوا جس میں مربی صاحب، قائد صاحب اور صدر صاحب حلقہ نے خطاب فرمایا۔

اسٹیل ٹاؤن: 8 فروری کو کلفٹن ساحل کے قریب ہونے والے ضلعی تفریحی پروگرام میں مجلس ہذا کے 15 خدام نے شمولیت کی اور یہ نوے کلومیٹر کا سفر سائیکلوں پر طے کیا۔

22 تا 28 فروری ہفتہ وقار عمل و شجرکاری منایا گیا۔ اس میں پھولوں کے بیج اور گلاب کی قلموں کی تقسیم کے علاوہ مقامی قبرستان میں وقار عمل کے ذریعہ جھاڑیاں صاف کی گئیں اور 680 روپے کے 52 پھل دار، پھول دار اور سایہ دار پودے لگائے گئے۔ اس کام میں 27 خدام نے شرکت کی۔

15 مارچ کو 139 افراد کی بلڈ گروپنگ کروائی گئی۔ ماہ مارچ میں قائد صاحب مجلس نے تمام حلقہ جات کا دورہ کیا۔

ماہ اپریل میں شعبہ خدمت خلق کے تحت 3000 روپے کی ادویات ضلعی دفتر میں پہنچائی گئیں۔ غرباء میں 96 عدد نئے و استعمال شدہ کپڑے تقسیم کئے گئے۔

عیدالفطر کے موقع پر غرباء کے گھروں میں کھانے کی اشیاء پہنچانے کے علاوہ غریب بچوں میں 2000 روپے نقد تقسیم کئے گئے۔ فروٹ کے 75 پیکٹ ہسپتال کا دورہ کر کے مریضوں کو دیئے گئے۔

ڈرگ کالونی: 10 تا 17 مئی ہفتہ اصلاح وارشاد منایا گیا۔ اس کے تحت 10 مئی کو شعبہ اصلاح وارشاد کے تحت اجلاس منعقد ہوا جس میں محترم مربی صاحب اور صدر صاحب نے خطاب فرمایا اور دعوت الی اللہ کے کام کا طریق بتایا۔ تین مقامات پر ویڈیو پروگرامز ہوئے جن میں کل حاضری 61 رہی۔ اس میں 4 مہمان شامل ہوئے۔

16 مئی کو مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا گیا۔

یہ پروگرام ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ اس میں مربی صاحب نے احباب کے سوالوں کے جواب دیئے۔ کل حاضری 82 رہی جس میں 12 مہمان شامل تھے۔

ضلع فیصل آباد

تمام ضلع میں 70 کیسٹس لائبریریاں قائم ہیں۔ دوران ماہ 2500 افراد جماعت کو حضور ایدہ اللہ کی کیسٹس سنائی گئیں۔ نیز خدام و اطفال کو پانچ بنیادی اخلاق کی طرف توجہ دلائی گئی۔

چک رب / 275 کرتار پور: دوران ماہ 8 اجتماعی وقار عمل ہوئے جن میں 75 فی صد خدام نے شرکت کی اور کل آٹھ گھنٹے کام کیا۔

صحت جسمانی کے تحت کلائی پکڑنا، ویٹ لفٹنگ، دوڑ، اونچی چھلانگ اور رسہ کشی وغیرہ کے مقابلے کروائے گئے۔

ضلع جھنگ

ماہ اپریل میں ضلع جھنگ کی مجالس احمد آباد سانگرہ، چنیوٹ موڑ، کوٹ قاضی، چاہ کور والا، عنایت پور بھٹیاں اور ٹھٹھ شیر کا میں ایک تربیتی اجلاس ہوا۔ حاضری علی الترتیب 40، 88، 9، 25، 17، اور 18 رہی۔ چنیوٹ موڑ کے اجلاس میں 25 اور عنایت پور بھٹیاں کے اجلاس میں دو مہمانوں نے شرکت کی۔

ضلع مظفر گڑھ

2 اور 3 مئی کو دو روزہ ضلعی اجتماع منعقد کیا گیا۔ اس میں علمی ورزشی مقابلہ جات منعقد کروائے گئے۔ محترم صدر صاحب نے بھی اس میں شرکت فرمائی۔

تین مجالس کے 9 خدام نے سائیکلوں پر سفر کر کے اس اجتماع میں شرکت کی۔ اختتامی اجلاس میں محترم مہتمم صاحب تربیت نے صدارت فرمائی اور خدام میں انعامات تقسیم فرمائے اور اختتامی خطاب سے نوازا۔ اس اجتماع میں 93 خدام، 17 اطفال اور 10 انصار نے شرکت کی۔

نتائج مقابلہ مضمون نویسی بعنوان "ایفائے عہد" سہ ماہی دوم ۱۹۹۱ء

اول: احمد طاہر مرزا ربوہ۔ رانا مختار احمد کراچی
دوم: عبدالرشید ثانی ربوہ
سوم: منیر احمد شمس جھنگ۔ فضل احمد مجوکہ ربوہ
چہارم: طاہر احمد قمر راولپنڈی
پنجم: اعجاز احمد شاہد فیصل آباد

بقیہ از ص 17

مصباح، انصار اللہ اور بچوں کے لئے تشحیذ الاذہان جاری کئے۔ ریویو آف ریلیجنز بعد کے ایام میں صرف انگریزی میں شائع ہوتا رہا۔ آج کل ریویو لندن سے شائع ہوتا ہے۔

جماعت احمدیہ کی صحافت کا میدان عمومی طور پر مذہب اور تعلیم و تربیت تک محدود ہوتا ہے۔ ان کے خریدار بھی احمدی مرد و زن ہوتے ہیں۔ صحافت کی رائج الوقت تعریفوں کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کے اخبار و رسائل کو زیادہ ترقی یافتہ نہیں سمجھا جاتا..........

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم ناصر احمد صاحب طاہر کارکن مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ 21 جون 1991ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام کامران احمد ناصر رکھا گیا ہے۔ نومولود تحریک وقف نو میں شامل ہے نومولود مکرم چوہدری فضل احمد صاحب مرحوم سابق کارکن نظارت علیا صدر انجمن احمدیہ کا پوتا اور مکرم شیخ عبدالسلام صاحب محلہ دارالرحمت غربی کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے بچے کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (مینیجر خالد و تشحیذ)

درخواست دعا

مکرم برادرم منور احمد صاحب شاہد معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور 2 جون 1991ء سے بعارضہ یرقان اور بخار وغیرہ بیمار ہیں علاج جاری ہے۔ احباب جماعت سے ان کی کامل شفایابی کیلئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (مینیجر خالد و تشحیذ)
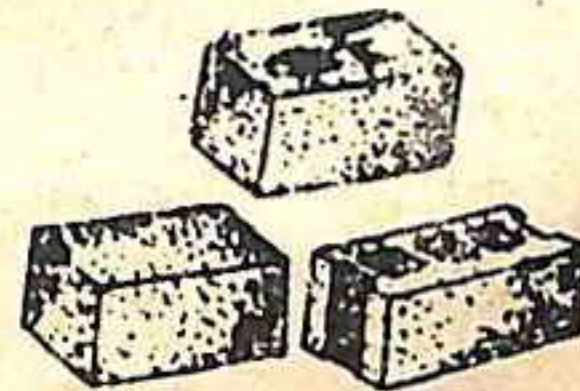
ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (مینجر)

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No: L 5830 JULY 1991

EDITOR:- MUBASHIR AHMAD AYAZ